آیت نمبر (47 تا 54)

ک م م

(ن) كَمًّا پوشیدہ کرنا۔ ڈھانکنا۔

كِمٌّ ج أَكْمَامٌ۔ پھل کے خوشوں کا غلاف۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

ء ف ق

(ض) أَفْقًا کناروں میں جانا۔ انتہا تک پہنچنا۔

أُفُقٌ ج آفَاقٌ۔ کنارہ۔ آسمان کا کنارہ جو زمین سے ملا ہوا نظر آتا ہے۔ ﴿وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ۝﴾ (53/النجم: 7) ''اور وہ بلند ترین کنارے پر تھے''۔ اور زیر مطالعہ آیت۔ 53۔

ترجمہ

إِلَيْهِ	يُرَدُّ	عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ	وَمَا تَخْرُجُ	مِنْ ثَمَرٰتٍ
اس کی طرف ہی	پھیرا (Refer کیا) جاتا ہے	اُس گھڑی (قیامت) کا علم	اور نہیں نکلتا	کوئی بھی پھل

مِّنْ أَكْمَامِهَا	وَمَا تَحْمِلُ	مِنْ أُنْثٰى	وَلَا تَضَعُ	إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ	وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
اپنے غلافوں میں سے	اور نہیں اٹھاتی (حمل)	کوئی بھی مونث	اور نہ وہ جنتی ہے	مگر اس کے علم سے	اور جس دن وہ پکارے گا ان کو

أَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ	قَالُوْٓا	اٰذَنّٰكَ ۙ	مَا مِنَّا	مِنْ شَهِيْدٍ ۝
کہاں ہیں میرے شریک	تو وہ لوگ کہیں گے	ہم نے آگاہ کر دیا تجھ کو	نہیں ہے ہم میں سے	کوئی بھی گواہ (اقرار کرنے والا)

وَضَلَّ عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يَدْعُوْنَ	مِنْ قَبْلُ	وَظَنُّوْا	مَا لَهُمْ
اور بھٹک گیا ان سے	وہ جس کو	وہ لوگ پکارا کرتے تھے	اس سے پہلے	اور انہوں نے رائے قائم کی	(کہ) نہیں ہے ان کے لیے

مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝	لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ	مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ	وَإِنْ مَّسَّهُ	الشَّرُّ
کوئی بھی بچنے کی جگہ	نہیں اکتاتا انسان	بھلائی کی دعا (کرنے) سے	اور اگر چھو جائے اس کو	برائی

فَيَــُٔوْسٌ	قَنُوْطٌ ۝	وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ	رَحْمَةً	مِّنَّا	مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ
تو (وہ) انتہائی مایوس	انتہائی ناامید ہے	اور اگر ہم چکھا دیں اس کو	کوئی رحمت	اپنے پاس) سے	اس برائی کے بعد جس نے

مَسَّتْهُ	لَيَقُوْلَنَّ	هٰذَا لِيْ ۙ	وَمَآ اَظُنُّ	السَّاعَةَ	قَاۗىِٕمَةً ۙ	وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ
چھوا اس کو	تو وہ لازماً کہے گا	یہ میری (کاریگری) ہے	اور میں نہیں خیال کرتا	اس گھڑی کو	قائم ہونے والی	اور اگر مجھ کو لوٹایا گیا

اِلٰى رَبِّيْٓ	اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ	لَلْحُسْنٰى ۚ	فَلَنُنَبِّئَنَّ
میرے رب کی طرف	تو بیشک میرے لیے اس کے پاس	ضرور (اور) زیادہ خوبی ہوگی	تو ہم لازماً جتا دیں گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	بِمَا عَمِلُوْا ۡ	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾
ان کو جنہوں نے کفر کیا	وہ جو انہوں نے عمل کیا	اور ہم لازماً چکھائیں گے ان کو	ایک گاڑھے عذاب میں سے

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا	عَلَى الْاِنْسَانِ	اَعْرَضَ	وَنَاٰ	بِجَانِبِهٖ ۚ
اور جب ہم انعام کرتے ہیں	انسان پر	تو وہ بے رخی برتتا ہے	اور موڑ لیتا ہے	اپنے پہلو کو

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ	فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾	قُلْ اَرَءَيْتُمْ	اِنْ كَانَ
اور جب کبھی چھوتی ہے اس کو برائی	تو (وہ لمبی) چوڑی دعا والا ہے	آپؐ کہیے کیا تم لوگوں نے غور کیا	اگر وہ (قرآن) ہو

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ	مَنْ اَضَلُّ	مِمَّنْ هُوَ	فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾
اللہ کے پاس سے	پھر تم نے انکار کیا اس کا	تو کون زیادہ گمراہ ہے	اس سے جو کہ وہی	دور والی گمراہی میں ہے

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا	فِي الْاٰفَاقِ	وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	لَهُمْ اَنَّهُ
ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں	اطراف (عالم) میں	اور ان کے اپنے (اندر) میں	یہاں تک کہ واضح ہو جائے	ان کے لیے کہ وہ (قرآن)

الْحَقُّ ۭ	اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ	اَنَّهٗ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾	اَلَآ اِنَّهُمْ
ہی کل حق ہے	اور کیا کافی نہیں ہوا آپؐ کا رب	(اس پر) کہ وہ	ہر چیز پر	موقعہ پر موجود ہے	سن لو! بیشک یہ لوگ

فِيْ مِرْيَةٍ	مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ	اَلَآ اِنَّهٗ	بِكُلِّ شَيْءٍ	مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾ ۧ
ایک شبہ میں ہیں	اپنے رب کی ملاقات سے	خبردار! یقیناً وہ	ہر چیز کا	احاطہ کرنے والا ہے

نوٹ: 1

قیامت کا علم اللہ کی طرف پھیر دینے (یُرَدُّ) کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی تو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ اللہ جانے کب آئے گی۔ یعنی قیامت کے وقوع کی جب بھی بات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ہی حوالہ دیا جاتا ہے۔ (حافظ احمد یار صاحب)

نوٹ: 2

آیت۔53۔ کے دو مفہوم ہیں اور دونوں ہی اکابر مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اس قرآن کی دعوت تمام گرد و پیش کے ممالک پر چھا گئی ہے اور یہ خود اس کے آگے سرنگوں ہیں۔ اُس وقت ان کو پتہ چل جائے گا کہ جو کچھ آج ان سے کہا جا رہا ہے وہ سراسر حق تھا۔ بعض لوگوں نے اس مفہوم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض کسی دعوت کا غالب آ جانا اور بڑے بڑے علاقے فتح کر لینا تو اس کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ باطل دعوتیں بھی چھا جاتی ہیں اور ان کے پیرو بھی ملک پر ملک فتح کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک سطحی اعتراض ہے۔ نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور میں جو فتوحات اسلام کو نصیب ہوئیں وہ اس معنی میں اللہ کی نشانیاں تھیں کہ یہ فتح ممالک دنیا کی دوسری فتوحات کی طرح نہیں تھیں جو ایک قوم کو دوسروں کی جان و مال کی مالک بنا دیتی ہیں اور خدا کی زمین ظلم سے بھر جاتی ہے۔ اس کے برعکس یہ فتح اپنے جلو میں ایک عظیم الشان تہذیبی اور تمدنی انقلاب لے کر آئی تھی جس کے اثرات جہاں جہاں بھی پہنچے انسان کے بہترین جوہر کھلتے چلے گئے۔ دنیا جن فضائل کو صرف تارک الدنیا درویشوں اور گوشے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والوں کے اندر ہی دیکھنے کی امید رکھتی تھی اور کبھی یہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ دنیا کا کاروبار چلانے والوں میں بھی وہ پائے جا سکتے ہیں، اس انقلاب نے ان ہی فضائل سے معاشرے میں عام انسانوں کو اخلاق اور کردار کے اعتبار سے اتنا اونچا اٹھایا کہ دوسرے معاشروں کے چیدہ لوگ بھی ان کی سطح سے فروتر نظر

آنے لگے۔ یہ تھیں وہ نشانیاں جو اسی نسل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جسے مخاطب کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی مرتبہ یہ آیت سنائی تھی اور اس کے بعد سے آج تک اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کو برابر دکھائے جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے زوال کے دور میں بھی اخلاق کی جس بلندی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی گرد کو بھی وہ لوگ کبھی نہیں پہنچ سکے جو تہذیب و شائستگی کے علمبردار بنے پھرتے ہیں۔ یہ قرآن ہی کی برکت ہے جس نے مسلمانوں میں اتنی انسانیت پیدا کر دی ہے کہ وہ کبھی غلبہ پا کر اتنے ظالم نہ بن سکے جتنے غیر مسلم تاریخ کے ہر دور میں پائے گئے ہیں۔ اسپین میں جب مسلمان صدیوں حکمراں رہے اس وقت عیسائیوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک تھا اور جب عیسائی وہاں غالب آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہندوستان میں آٹھ سو برس کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اب ہندو غالب آنے کے بعد ان کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہیں۔ یہودیوں کے ساتھ پچھلے تیرہ سو برس میں مسلمانوں کا رویہ کیا رہا اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے۔

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آفاقِ ارض و سماء میں بھی اور انسانوں کے اپنے وجود میں بھی لوگوں کو وہ نشانیاں دکھائے گا جن سے ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن ہی برحق ہے۔ ان چیزوں میں خدا کی نشانیاں اس قدر بے شمار ہیں کہ انسان کبھی ان کا احاطہ نہیں کر سکا ہے۔ ہر دور میں انسان کے سامنے نئی نئی نشانیاں آتی چلی گئی ہیں اور قیامت تک آتی چلی جائیں گی۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

ایک نو مسلم ڈاکٹر ماریس بکوائے نے ''بائبل، قرآن اور سائنس'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ جدید سائنسی معلومات نے بائبل کی بہت سی باتوں کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ لیکن آفاق اور انفس کے متعلق قرآن کی باتوں کی یہی سائنسی معلومات یکے بعد دیگرے تصدیق کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اسی حقیقت نے ڈاکٹر صاحب کو یقین دلایا کہ قرآن حق ہے اور اللہ کا کلام ہے، اور وہ ایمان لے آئے۔ (مرتب)

مورخہ ۲۱/ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۲ ستمبر ۲۰۰۸ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشوریٰ (42)

آیت نمبر (1 تا 7)

حٰمٓ ①	عٓسٓقٓ ②	کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ	اِلَیۡکَ	وَاِلَی الَّذِیۡنَ	مِنۡ قَبۡلِکَ
-	-	اس طرح وحی کرتا ہے	آپ ؐ کی طرف	اور ان کی طرف جو	آپ ؐ سے پہلے تھے

اللّٰہُ	الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ③	لَہٗ	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِی الۡاَرۡضِ
اللہ	جو بالا دست ہے حکمت والا ہے	اس کا ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے

وَہُوَ الۡعَلِیُّ	الۡعَظِیۡمُ ④	تَکَادُ السَّمٰوٰتُ	یَتَفَطَّرۡنَ
اور وہ بالاتر ہے	عظمت والا ہے	قریب ہیں آسمان کہ	وہ پھٹ پڑیں

مِنْ فَوْقِهِنَّ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ
اپنے اوپر (اس کے رعب) سے	اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور وہ مغفرت مانگتے ہیں

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط	اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ⑤
ان کے لیے جو زمین میں ہیں	سنو! یقیناً اللہ	ہی بخشنے والا ہے	رحم کرنے والا ہے

وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	اللّٰهُ حَفِيْظٌ	عَلَيْهِمْ ز
اور جن لوگوں نے	بنائے	اس کے علاوہ	کچھ کارساز	اللہ نگرانی کرنے والا ہے	ان لوگوں پر

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ⑥	وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
اور آپ نہیں ہیں ان لوگوں پر	کوئی نگہبان	اور اس طرح ہم نے وحی کیا آپ کی طرف	عربی قرآن

لِّتُنْذِرَ	اُمَّ الْقُرٰى	وَمَنْ حَوْلَهَا	وَتُنْذِرَ	يَوْمَ الْجَمْعِ
تاکہ آپ خبردار کریں	بستیوں کی ماں (مکہ) والوں کو	اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں	اور تاکہ آپ خبردار کریں	جمع کیے جانے کے دن سے

لَا رَيْبَ	فِيْهِ ط	فَرِيْقٌ	فِي الْجَنَّةِ	وَفَرِيْقٌ	فِي السَّعِيْرِ ⑦
ذرا بھی شک نہیں ہے	جس میں	تو ایک فریق	جنت میں ہے	اور ایک فریق	ہمیشہ جلنے والی آگ میں ہے

نوٹ: 1

اُمَّ الْقُرٰى کے معنی ہیں ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد اور اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اس کا نام اُمَّ الْقُرٰى اس لیے رکھا گیا کہ یہ شہر ساری دنیا کے شہروں اور بستیوں سے اللہ کے نزدیک اشرف و افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو میرے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے اس زمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی مرضی سے کبھی اس زمین کو نہ چھوڑتا۔ وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی مکہ مکرمہ کے آس پاس۔ اس سے مراد آس پاس کے عرب ممالک بھی ہو سکتے ہیں اور پوری زمین کے مشرق و مغرب بھی۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (8 تا 12)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ	لَجَعَلَهُمْ	اُمَّةً وَّاحِدَةً	وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ
اور اگر چاہتا اللہ	تو ضرور بناتا ان کو	ایک (ہی) امت	اور لیکن وہ داخل کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ	فِيْ رَحْمَتِهٖ ط	وَالظّٰلِمُوْنَ	مَا لَهُمْ	مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧
اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اپنی رحمت میں	اور ظلم کرنے والے!	نہیں ہے ان کے لیے	کوئی بھی کارساز اور نہ ہی کوئی مددگار

اَمِ اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ ج	فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ	وَهُوَ يُحْيِ
یا ان لوگوں نے بنائے	اس کے سوا	کچھ کارساز	تو اللہ ہی کارساز ہے	اور وہ ہی زندہ کرے گا

الْمَوْتٰى ز	وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ⑨ ع	وَمَا
مردوں کو	اور وہ ہی ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	اور وہ

اخْتَلَفْتُمْ	فِيْهِ	مِنْ شَيْءٍ	فَحُكْمُهٗٓ	اِلَى اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكُمُ
تم لوگوں نے اختلاف کیا	جس میں	کچھ بھی	تو اس کا فیصلہ	اللہ کی طرف ہے	یہ

اللّٰهُ	رَبِّيْ	عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ	وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩
اللہ	میرا رب ہے	اس پر ہی میں نے بھروسہ کیا	اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	جَعَلَ لَكُمْ	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا
(وہ) زمین اور آسمانوں کو وجود بخشنے والا ہے	اس نے بنائے تمہارے لیے	تمہاری جانوں (جنس) سے	جوڑے

وَّمِنَ الْاَنْعَامِ	اَزْوَاجًا ۚ	يَذْرَؤُكُمْ	فِيْهِ ؕ	لَيْسَ	كَمِثْلِهٖ
اور چوپایوں سے	جوڑے	وہ پھیلاتا ہے تم لوگوں کو	اس (زمین) میں	نہیں ہے	اس کی مثال جیسی (بھی)

شَيْءٌ ۚ	وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪	لَهٗ	مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ	يَبْسُطُ الرِّزْقَ
کوئی چیز	اور وہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے	اس کے لیے ہی ہیں	زمین اور آسمانوں کی کنجیاں	وہ کشادہ کرتا ہے روزی کو

لِمَنْ يَّشَاۗءُ	وَيَقْدِرُ ؕ	اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ⑫
اس کے لیے جس کے لیے وہ چاہتا ہے	اور وہ ناپ تول کرتا (دیتا) ہے (جسے چاہے)	یقیناً وہ ہر چیز کا	علم رکھنے والا ہے

نوٹ:1

آیت۔8۔ کے مضمون کا مقصد اہل ایمان کو ان مشکلات کی حقیقت سمجھانا ہے جو تبلیغ دین اور اصلاحِ خلق کی راہ میں اکثر پیش آتی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی آزادیٔ انتخاب وارادہ، اور اس کی بنا پر طبائع اور طریقوں کے اختلاف کی حقیقت کو نہیں سمجھتے، وہ کبھی تو کارِ اصلاح کی سست رفتاری دیکھ کر مایوس ہونے لگتے ہیں اور کبھی وہ ضرورت سے زیادہ جوش سے کام لے کر اصلاح کے بے جا طریقوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے ایک بڑا اہم مضمون مختصر سے فقروں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس دنیا میں اللہ کی حقیقی خلافت اور آخرت میں اس کی جنت کوئی معمولی رحمت نہیں ہے جو ہر طرح کی مخلوق پر ایک رحمتِ عام کی طرح بانٹ دی جائے۔ یہ تو ایک خاص اور بہت اونچے درجے کی رحمت ہے جس کے لیے فرشتوں تک کو موزوں نہ سمجھا گیا۔ اسی لیے انسان کو ایک ذی اختیار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کے یہ وسیع ذرائع اس کے تصرف میں دیئے تاکہ یہ اُس امتحان سے گزر سکے جس میں کامیاب ہو کر ہی کوئی بندہ اس کی یہ رحمتِ خاص پانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یہ رحمت اللہ کی اپنی چیز ہے۔ اسے وہی لے سکتا ہے جو اللہ کے حضور بندگی پیش کرے۔ اس کو اپنا ولی بنائے اور اس کا دامن تھامے۔ تب اللہ اس کی مدد اور رہنمائی کرتا ہے اور اسے اس امتحان سے بخیریت گزرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی رحمت میں داخل ہو سکے لیکن جو ظالم اللہ سے منہ موڑ لے اور اس کے بجائے دوسروں کو اپنا ولی بنا بیٹھے، اللہ کو کچھ ضرورت نہیں پڑی ہے کہ وہ زبردستی اس کا ولی بنے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:2

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کے مانند جیسی نہیں ہے) کے متعلق بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں لفظ مثل پر کاف (حرف تشبیہ) کا اضافہ محاورے کے طور پر کیا گیا ہے جس سے مقصود بات میں زور پیدا کرنا ہوتا ہے اور عرب میں یہ طرزِ بیان رائج ہے۔ دوسرے حضرات کا قول یہ ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے کہنے کے بجائے اس کے مثل جیسا کوئی نہیں کہنے میں مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر بفرضِ محال اللہ کا کوئی مثل ہوتا تو اس جیسا بھی کوئی نہیں ہوتا، کجا کہ خود اللہ جیسا کوئی ہو۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (13 تا 19)

ترجمہ

شَرَعَ لَكُمْ	مِّنَ الدِّيْنِ	مَا	وَصّٰى بِهٖ	نُوْحًا
اس نے قانون بنایا تمہارے لیے	نظام حیات میں سے	اس کو	اس نے تاکید کی جس کی	نوح ؑ کو

وَّالَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	وَمَا	وَصَّيْنَا بِهٖٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى
اور اس کو (بھی) جو	ہم نے وحی کیا آپ ؐ کی طرف	اور اس کو (بھی)	ہم نے تاکید کی جس کی	ابراہیم ؑ کو	اور موسیٰ ؑ کو

وَعِيْسٰٓى	اَنْ اَقِيْمُوا	الدِّيْنَ	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ	كَبُرَ	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ
اور عیسیٰ ؑ کو	کہ تم لوگ قائم رکھو	اس نظام حیات کو	اور الگ الگ مت ہو اس میں	بڑی گراں گزری	شرک کرنے والوں پر

مَا	تَدْعُوْهُمْ	اِلَيْهِ ۭ	اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ يَّشَاۗءُ
وہ (بات)	آپ ؐ بلاتے ہیں ان کو	جس کی طرف	اللہ چن لیتا ہے	اپنی طرف	اس کو جسے وہ چاہتا ہے

وَيَهْدِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ يُّنِيْبُ ⑬	وَمَا تَفَرَّقُوْٓا	اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا
اور وہ رہنمائی کرتا ہے	اپنی طرف	اس کی جو رجوع کرتا ہے	اور وہ لوگ الگ الگ نہیں ہوئے	مگر اس کے بعد جو

جَاۗءَهُمُ	الْعِلْمُ	بَغْيًۢا	بَيْنَهُمْ ۭ	وَلَوْلَا كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ رَّبِّكَ
آیا ان کے پاس	علم	سرکشی کرتے ہوئے	آپس میں	اور اگر نہ ہوتا ایک ایسا فرمان جو	طے ہوا	آپ ؐ کے رب (کی طرف) سے

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	لَّقُضِيَ	بَيْنَهُمْ ۭ	وَاِنَّ الَّذِيْنَ	اُوْرِثُوا
ایک معین مدت تک کے لیے	تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان	اور بیشک وہ لوگ جو	وارث بنائے گئے

الْكِتٰبَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	لَفِيْ شَكٍّ	مِّنْهُ	مُرِيْبٍ ⑭	فَلِذٰلِكَ
کتاب کے	ان لوگوں کے بعد	یقیناً ایک ایسے شک میں ہیں	اس سے	جو شبہ میں ڈالنے والا ہے	تو اس کے لیے ہی

فَادْعُ ۚ	وَاسْتَقِمْ	كَمَآ	اُمِرْتَ ۚ	وَلَا تَتَّبِعْ	اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ
پھر آپ ؐ دعوت دیں	اور آپ ؐ قائم (ڈٹے) رہیں	اس کی مانند جو	آپ ؐ کو حکم دیا گیا	اور آپ ؐ پیروی مت کریں	ان کی خواہشات کی

وَقُلْ	اٰمَنْتُ بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	مِنْ كِتٰبٍ ۚ	وَاُمِرْتُ	لِاَعْدِلَ
اور آپ ؐ کہیے	میں ایمان لایا اس پر جو	اتاری اللہ نے	کوئی کتاب	اور مجھے حکم دیا گیا	کہ میں انصاف کروں

بَيْنَكُمْ ۭ	اَللّٰهُ رَبُّنَا	وَرَبُّكُمْ ۭ	لَنَآ اَعْمَالُنَا	وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ
تمہارے درمیان	اللہ ہمارا رب ہے	اور تمہارا رب ہے	ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں	اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں

لَا حُجَّةَ	بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ	اَللّٰهُ يَجْمَعُ	بَيْنَنَا ۚ	وَاِلَيْهِ
کوئی بھی بحث و تکرار نہیں ہے	ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان	اللہ جمع کرے گا	ہمارے مابین	اور اس کی طرف ہی

الْمَصِيْرُ ۝۱۵	وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ	فِي اللّٰهِ	مِنْۢ بَعْدِ مَا	اسْتُجِيْبَ	لَهٗ
لوٹنا ہے	اور جولوگ دلیل بازی کرتے ہیں	اللہ (کے بارے) میں	اس کے بعد کہ جو	مان لیا گیا	اس کو

حُجَّتُهُمْ	دَاحِضَةٌ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ	وَّلَهُمْ	عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝۱۶
ان کی دلیل	رد ہونے والی ہے	ان کے رب کے پاس	اور ان پر ایک غضب ہے	اور ان کے لیے	ایک شدید عذاب ہے

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ	وَالْمِيْزَانَ ۭ	وَمَا يُدْرِيْكَ
اللہ وہ ہے جس نے	اتارا	اس کتاب کو حق کے ساتھ	اور ترازو کو	اور آپ کیا جانتے ہیں

لَعَلَّ السَّاعَةَ	قَرِيْبٌ ۝۱۷	يَسْتَعْجِلُ بِهَا	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ
شاید وہ گھڑی (قیامت)	قریب (ہی) ہو	جلدی مچاتے ہیں اس کی	وہ لوگ جو	ایمان نہیں رکھتے اس پر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ	وَيَعْلَمُوْنَ	اَنَّهَا	الْحَقُّ ۭ
اور جولوگ ایمان لائے	(وہ) ڈرنے والے ہیں اس سے	اور وہ جانتے ہیں	کہ وہ (قیامت)	برحق ہے

اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ	يُمَارُوْنَ	فِي السَّاعَةِ	لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۱۸	اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ
خبردار! بیشک جولوگ	جھگڑا کرتے ہیں	اس گھڑی (کے بارے) میں	(وہ) یقیناً ایک دور کی گمراہی میں ہیں	اللہ نرمی کرنے والا ہے

بِعِبَادِهٖ	يَرْزُقُ	مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ	وَهُوَ الْقَوِيُّ	الْعَزِيْزُ ۝۱۹ ع
اپنے بندوں پر	وہ روزی دیتا ہے	اس کو جسے وہ چاہتا ہے	اور وہ ہی قوت والا ہے	بالادست ہے

نوٹ:1 اس سورۂ کی تمہید میں نبی ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ تمہیں اسی دینِ حق کی وحی کی جا رہی ہے جس کی وحی تم سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو کی گئی۔ اب آیت۔13۔ میں اسی مضمون کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ یہ کوئی انوکھا اور اجنبی دین نہیں ہے بلکہ شروع سے لے کر ان آخری نبی تک سب کا دین یہی رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا حوالہ یہاں اس طرح دیا ہے کہ پہلے ابتدائی اور آخری کڑی یعنی حضرت نوحؑ اور محمد ﷺ کا ذکر فرمایا۔ پھر بیچ کے انبیاء میں سے تین جلیل القدر نبیوں کا نام خاص طور سے لیا۔ اس اہتمام کے ساتھ ان کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ انہی تین نبیوں کی پیروی کے مدعی اُس وقت قرآن کے سامنے تھے۔ مشرکین عرب حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کے مدعی تھے اور یہود و نصاریٰ بالترتیب حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے۔ پھر اس ہدایت کا ذکر ہے جو ان نبیوں کے واسطہ سے ان کے پیروؤں کو دی گئی کہ ''الدین'' کو قائم کرو اور اس میں فرق مت کرو۔

الدین پر الف لام اس طرح کا ہے جس طرح الکتب پر ہے۔ جس طرح الکتب کے معنی اللہ کی کتاب کے ہیں اسی طرح الدین کے معنی اللہ کے دین کے ہیں اور اللہ کا دین شروع سے اسلام ہے۔ (ال عمران۔19) اس دین کی بنیاد توحید پر ہے۔ اس کے عقائد اور اس کی اساسات شروع سے آخر تک بالکل ایک ہیں۔ فرق اگر ہوا ہے تو جزائیاتِ شریعت میں ہوا ہے جس کو قرآن نے **شرعۃ و منہاج** کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ:2 بعض لوگوں نے دیکھا کہ جس دین کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک ہے، اور شریعتیں ان سب کی مختلف رہی ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تم میں سے سب کے لیے ہم نے بنایا شِرْعَةً (ایک دستور) وَّ مِنْهَاجًا (ایک راستہ)۔

(المائدہ۔48)۔اس لیے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ دین سے مراد شرعی احکام وضوابط نہیں ہیں بلکہ صرف توحید وآخرت اور کتاب ونبوت کا ماننا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا ہے۔یہ ایک بڑی سطحی رائے ہے جو محض سرسری نگاہ سے دین کی وحدت اور شریعتوں کے اختلاف کو دیکھ کر قائم کر لی گئی ہے۔اور یہ ایسی خطرناک رائے ہے کہ اگر اس کی اصلاح نہ کر دی جائے تو بات وہاں تک جا پہنچے گی جس میں مبتلا ہو کر سینٹ پال نے دین بلاشریعت کا نظریہ پیش کیا۔اس لیے کہ جب شریعت دین سے الگ ایک چیز ہے اور حکم صرف دین کو قائم کرنے کا ہے تو لامحالہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح شریعت کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے اور صرف ایمانیات اور اخلاقی اصولوں کو لے کر بیٹھ جائیں گے۔اس لیے ہم خود اللہ کی کتاب سے پوچھ لیتے ہیں کہ جس دین کو قائم کرنے کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔اس سے مراد صرف ایمانیات اور اخلاقیات ہی ہیں یا شرعی احکام بھی۔(یہاں متعدد آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان احکام کو ماننا اور پابندی کرنا بھی دین ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں)۔

دراصل ساری غلط فہمی صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت۔48،کو یہ معنی پہنا دیئے گئے کہ شریعت چونکہ ہر امت کے لیے الگ تھی اور حکم صرف اس دین کو قائم کرنے کا دیا گیا ہے جو تمام انبیاء کے درمیان مشترک تھا اس لیے اقامت دین کے حکم میں اقامت شریعت شامل نہیں ہے۔حالانکہ اس آیت کو اس کے سیاق وسباق (آیات۔41 تا 50) کے ساتھ اگر کوئی پڑھے تو معلوم ہوگا کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس نبی کی امت کو جو شریعت بھی اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ اُس امت کے لیے دین تھی اور اس کے دورِ نبوت میں اس کی اقامت مطلوب تھی۔اس لیے امتِ محمدیہ کو جو شریعت دی گئی ہے وہ اس دور کے لیے دین ہے اور اس کا قائم کرنا ہی دین کا قائم کرنا ہے۔
(تفہیم القرآن۔ج ۴ ص: ۴۸۸ تا ۴۹۱ سے ماخوذ)

نوٹ:3

اقامتِ دین کا حکم دینے کے بعد آخری بات جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ دین میں تفرقہ برپا مت کرو۔اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نرالی بات ایسی نکالے جس کی کوئی معقول گنجائش اس میں نہ ہو اور اصرار کرے کہ اس کی بات کے ماننے ہی پر کفر و ایمان کا مدار ہے پھر جو ماننے والے ہوں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے۔اس تفرقے کا اس اختلاف رائے سے کوئی تعلق نہیں ہے جو دین کے احکام کو سمجھنے اور ان سے مسائل مستنبط کرنے میں فطری طور پر اہل علم کے درمیان واقع ہوتا ہے۔(تفہیم القرآن)۔فروعی مسائل میں جہاں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے، وہاں ائمہ مجتہدین کا اپنے اپنے اجتہاد سے کوئی حکم متعین کر لینا، اس میں اختلافِ رائے ونظر کی بنا پر اختلاف ہونا لازمی ہے۔اس کا اُس تفرقِ ممنوعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ایسا اختلاف صحابۂ کرام میں خود عہدِ رسالت سے چلا آیا ہے اور باتفاق فقہاء رحمت ہے۔(معارف القرآن)۔

آیت نمبر (20 تا 24)

ترکیب

(آیت۔20)۔کَانَ یُرِیْدُ کو اگر ماضی استمراری مانیں تو آگے نَزِدْلَهٗ بے جوڑ ہو جاتا ہے اور ترجمہ ٹھیک نہیں بنتا۔اس سے معلوم ہوا کہ یہاں پر کَانَ فعل ناقص ہے اور مَنْ شرطیہ کی وجہ سے اس کا ترجمہ ماضی کے بجائے حال میں ہوگا۔(آیت۔24) یَمْحُ اللّٰهُ میں دراصل مضارع یَمْحُوْ ہے جس کی واو گری ہوئی ہے۔اس کا ایک امکان یہ ہو سکتا تھا کہ فَاِنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ شرط کا پہلا جواب شرط یَخْتِمْ ہے اور یَمْحُوْ دوسرا جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا تو واو گر گئی۔لیکن ایسی صورت میں آیت کا مفہوم ہو جاتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ مہر لگا دیتا آپؐ کے دل پر (لیکن مہر لگائی نہیں) اور مٹا دیتا باطل کو (لیکن مٹایا نہیں)۔یہ مفہوم کئی لحاظ سے غلط ہے۔اولاً یہ کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ثانیاً یہ

کہ آگے وَيُحِقُّ الْحَقَّ بے جوڑ ہوجاتا ہے۔ ثالثاً یہ کہ ایسی صورت میں يَمْحُ کا فاعل اسم ظاہر اللہ لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کو يَمْحُ الْبَاطِلَ آنا چاہیے تھا۔ اس لیے عَلٰى قَلْبِكَ پر وقف کرتے ہیں اور آگے نیا جملہ مانتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہتے ہیں کہ يَمْحُ اللّٰهُ دراصل يَمْحُو اللّٰهُ ہے اور کسی عامل کے بغیر اس کی واو گری ہے۔ یہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے کہ اس مقام پر يَمْحُوْ کو واو کے بغیر لکھتے ہیں۔ اس طرح آگے وَيُحِقُّ الْحَقَّ سے اس کا ربط قائم ہوجاتا ہے اور پوری عبارت مربوط ہوجاتی ہے۔

(نوٹ: مذکورہ بالا بظاہر غیر ضروری طوالت کے حوالے سے طلباء اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ ہمارے بزرگوں نے ایک ایک آیت کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر Magnifying Glass (محدب شیشہ) لگا کر بڑی باریک بینی اور عرق ریزی کے ساتھ آیات کے مفہوم کا تعین کیا ہے۔ آج کل کچھ لوگ قرآنی آیات کو اپنے من مانے معانی پہنانا چاہتے ہیں۔ ان کا پہلا حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی نظروں میں بزرگوں کے کام کو بے وقعت قرار دیتے ہیں۔ جو طلباء محض اللہ کی رضا کے لیے قرآن کا مطالعہ کررہے ہیں انہیں خود کو اس شیطانی حربے سے بچانا ہوگا۔)

ترجمہ

مَنْ كَانَ	يُرِيْدُ	حَرْثَ الْاٰخِرَةِ	نَزِدْ لَهٗ	فِيْ حَرْثِهٖ ۚ	وَمَنْ كَانَ
جو ہے (کہ)	وہ چاہتا ہے	آخرت کی کھیتی کو	تو ہم زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے	اس کی کھیتی میں	اور جو ہے (کہ)

يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَمَا لَهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾
وہ چاہتا ہے دنیا کی کھیتی کو	تو ہم دیتے ہیں اس کو	اس میں سے	اور نہیں ہے اس کے لیے	آخرت میں	کوئی بھی حصہ

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا	شَرَعُوْا لَهُمْ	مِّنَ الدِّيْنِ	مَا	لَمْ يَاْذَنْۢ	بِهِ	اللّٰهُ ۭ
کیا ان کے کچھ ایسے شریک ہیں	جنھوں نے قانون بنایا ان کے لیے	دین میں سے	اس کو	اجازت نہیں دی	جس کی	اللہ نے

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ	لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ	وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ	لَهُمْ
اور اگر نہ ہوتا فیصلے کا فرمان	تو ضرور فیصلہ کردیا جاتا ان کے درمیان	اور یقیناً ظالم لوگ	ان کے لیے ہی ہے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾	تَرَى	الظّٰلِمِيْنَ	مُشْفِقِيْنَ	مِمَّا كَسَبُوْا
ایک دردناک عذاب	آپؐ دیکھیں گے	ظالم لوگوں کو	ڈرنے والا ہوتے ہوئے	اس سے جو انہوں نے کمائی کی

وَهُوَ	وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
حالانکہ وہ	پڑنے والی ہے ان پر	اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے

فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ	لَهُمْ مَّا	يَشَاۗءُوْنَ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ
(وہ لوگ) جنتوں کے سبزہ زاروں میں ہوں گے	ان کے لیے وہ ہے جو	وہ لوگ چاہیں گے	اپنے رب کے پاس

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾	ذٰلِكَ الَّذِيْ	يُبَشِّرُ اللّٰهُ	عِبَادَهُ الَّذِيْنَ
یہ ہی (سب سے) بڑا فضل ہے	یہ وہ ہے جس کی	بشارت دیتا ہے اللہ	اپنے اُن بندوں کو جو

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ	قُلْ	لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا
ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے	آپؐ کہہ دیجیے	میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس (تبلیغ کے کام) پر	کوئی اُجرت

اِلَّا الْمَوَدَّةَ	فِي الْقُرْبٰى	وَمَنْ يَّقْتَرِفْ	حَسَنَةً	نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا
مگر خیر خواہی (مروت)	قرابت (رشتہ داری) میں	اور جو ارتکاب کرتا ہے	کسی نیکی کا	تو ہم زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے اس میں

حُسْنًا	اِنَّ اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾	اَمْ يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰى
بھلائی کو	یقیناً اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدردان ہے	یا وہ لوگ کہتے ہیں	اس نے گھڑا

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا	فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ	يَخْتِمْ	عَلٰى قَلْبِكَ	وَيَمْحُ اللّٰهُ
اللہ پر ایک جھوٹ	پھر اگر چاہتا اللہ	تو وہ مہر لگا دیتا	آپؐ کے دل پر	اور مٹاتا ہے اللہ

الْبَاطِلَ	وَيُحِقُّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	اِنَّهٗ عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾
باطل کو	اور وہ ثابت کرتا ہے	سچائی کو	اپنے فرمانوں سے	یقیناً وہ جاننے والا ہے	سینوں والی (بات) کو

نوٹ:1

آیت۔21 میں شُرَكٰٓؤُا سے مراد وشریک نہیں ہیں جن سے لوگ دعائیں مانگتے ہیں یا جن کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، یا جن کے آگے پوجا پاٹ کے مراسم ادا کرتے ہیں بلکہ ان سے مراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم ٹھہرا لیا ہے۔ جن کے عقائد، نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں، جن کے اخلاقی اصولوں اور تہذیب و ثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں، جن کے مقرر کیے ہوئے قوانین اور ضابطوں کو اپنی زندگی میں اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ شریعت ہے جس کی پیروی ان کو کرنی چاہیے۔ یہ ایک پورا کا پورا دین ہے جو اللہ کی تشریع کے خلاف اور اس کے اذن کے بغیر ایجاد کرنے والوں نے ایجاد کیا اور ماننے والوں نے مان لیا۔ یہ ویسا ہی شرک ہے جیسا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور غیر اللہ سے دعائیں مانگنا شرک ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:2

آیت۔23۔ میں ہے کہ میں اس کام پر تم لوگوں سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری میں مروّت کے۔ اس کی جو تفسیر جمہور مفسرین سے منقول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ میرا اصل حق تو تم پر یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تم اس کا اعتراف کرو اور اپنی صلاح و فلاح کے لیے میری اطاعت کرو۔ اگر میری نبوت اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو نہ سہی مگر میرا ایک انسانی اور خاندانی حق بھی ہے جس کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ تمہارے اکثر قبائل میں میری رشتہ داری ہے اور قرابت کے حقوق اور صلہ رحمی سے تمہیں بھی انکار نہیں ہے۔ تو میں تم سے اپنی اُس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا جو میں تمہاری تعلیم و تبلیغ کے لیے کرتا ہوں، صرف اتنا چاہتا ہوں کہ رشتہ داری کے حقوق کا تو خیال کرو۔ بات کا ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے مگر عداوت اور دشمنی سے تو کم از کم یہ قرابت کا تعلق مانع ہونا چاہیے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت خود ان کا اپنا فرض تھا، اس کو کسی خدمت کا معاوضہ نہیں کہا جا سکتا۔ آیت مذکورہ میں اس کو جو بلفظِ استثناء ذکر فرمایا ہے تو یہ استثناء منقطع ہے۔ (آیت۔2/البقرۃ:34، نوٹ۔1۔ دیکھیں) (معارف القرآن)

نوٹ:3

ایک گروہ اس کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو۔ پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبدالمطلب مراد لیتے ہیں اور بعض اسے صرف حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ اور ان کی اولاد تک محدود رکھتے ہیں۔ لیکن متعدد وجوہ کے سبب یہ تفسیر قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اولاً جس وقت مکہ میں سورۂ شوریٰ نازل ہوئی، اس وقت حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال۔ اور بنی عبدالمطلب میں سب کے سب نبی ﷺ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے بلکہ ان میں سے بعض دشمنوں کے ساتھی تھے جیسے ابولہب۔ ثانیاً نبی ﷺ کے رشتہ دار صرف بنی عبدالمطلب ہی نہ تھے بلکہ قریش کے تمام گھرانوں میں آپؐ کی رشتہ داریاں تھیں۔ اور ان سب گھرانوں میں آپؐ کے بہترین صحابی بھی تھے اور بدترین دشمن بھی۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ ان سب اقرباء میں سے آپؐ صرف بنی عبدالمطلب کو اپنا رشتہ دار قرار دے کر اس مطالبہ محبت کو انہی کے لیے مخصوص رکھتے۔ ثالثاً ایک نبی

جس مقام بلند پر کھڑا ہو کر دعوت الی اللہ کی پکار بلند کرتا ہے، اُس مقام سے اس کارِ عظیم کا یہ اجر مانگنا کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو، اتنی گری ہوئی بات ہے کہ کوئی صاحب ذوق سلیم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ رابعاً یہ بات اور بھی زیادہ بے موقع نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں۔ اس سلسلۂ کلام میں مخالفین سے کوئی اجر طلب کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اجر تو ان لوگوں سے مانگا جاتا ہے جن کی نگاہ میں اس کام کی کوئی قدر ہے۔ کفار تو اسے جرم سمجھ رہے تھے اور آپ کی جان کے درپے تھے۔ (تفہیم القرآن) اس لیے اصل مفہوم وہی ہے جو جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے اور جس کا خلاصہ نوٹ۔2۔ میں دے دیا گیا ہے۔ (مرتب)

آیت نمبر (25 تا 29)

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِيْ	يَقْبَلُ التَّوْبَةَ	عَنْ عِبَادِهٖ	وَيَعْفُوْا	عَنِ السَّيِّاٰتِ
اور وہ	وہ ہے جو	قبول کرتا ہے توبہ کو	اپنے بندوں سے	اور وہ درگزر کرتا ہے	برائیوں سے

وَيَعْلَمُ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾	وَيَسْتَجِيْبُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور وہ جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ کرتے ہو	اور وہ جواب دیتا (قبول کرتا) ہے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	وَيَزِيْدُهُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ	وَالْكٰفِرُوْنَ
اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے	اور وہ زیادہ دیتا ہے ان کو	اپنے فضل سے	اور انکار کرنے والے!

لَهُمْ	عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾	وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ	الرِّزْقَ	لِعِبَادِهٖ
ان کے لیے	ایک شدید عذاب ہے	اور اگر کشادہ کر دے اللہ	روزی کو	اپنے بندوں کے لیے

لَبَغَوْا	فِي الْاَرْضِ	وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ	بِقَدَرٍ	مَّا	يَشَآءُ
تو وہ ضرور سرکشی کریں گے	زمین میں	اور لیکن وہ اتارتا ہے	ایک اندازے سے	اتنی جتنی	وہ چاہتا ہے

اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾	وَهُوَ الَّذِيْ	يُنَزِّلُ الْغَيْثَ
یقیناً وہ اپنے بندوں کی	خبر رکھنے والا ہے	دیکھنے والا ہے	اور وہ، وہ ہے جو	اتارتا ہے بارش کو

مِنْۢ بَعْدِ مَا	قَنَطُوْا	وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ	وَهُوَ الْوَلِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾
اس کے بعد کہ جب	وہ لوگ مایوس ہوئے	اور وہ پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو	اور وہ ہی کارساز ہے	حمد کیا ہوا ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَثَّ	فِيْهِمَا
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا	اور وہ (بھی) جو	اس نے بکھیرا	ان دونوں میں

مِنْ دَآبَّةٍ	وَهُوَ	عَلٰى جَمْعِهِمْ	اِذَا يَشَآءُ	قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾
چلنے والے جاندار میں سے	اور وہ	ان سب کے جمع کرنے پر	جب بھی وہ چاہے گا	قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ 1: دَآبَّۃٌ لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے چلنے اور حرکت کرنے والی ہو۔ اس آیت میں (آیت۔29) آسمان اور زمین دونوں کی طرف نسبت کر کے (فیھما) یہ کہا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چلنے والی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ زمین پر چلنے والی مخلوقات تو ظاہر ہیں۔ آسمان میں ان سے مراد ملائکہ بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آسمانوں میں ایسے جاندار موجود ہوں جو ابھی تک انسان کے علم میں نہیں آسکے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (30 تا 36)

ر ک د

(ن) رُکُوْدًا پانی یا ہوا کا ٹھہرنا۔

رَاکِدَۃٌ ج رَوَاکِدُ۔ اسم الفاعل ہے۔ ٹھہرنے والی۔ زیر مطالعہ آیت۔33۔

ترجمہ

وَمَآ اَصَابَکُمْ	مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ	فَبِمَا	کَسَبَتْ	اَیْدِیْکُمْ
اور جو آلگتی ہے تم لوگوں کو	کوئی بھی آلگنے والی (مصیبت)	تو (وہ) اس سبب سے ہے جو	کمائی کی	تمہارے ہاتھوں نے

وَیَعْفُوْا	عَنْ کَثِیْرٍ ﴿٣٠﴾	وَمَآ اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِیْنَ	فِی الْاَرْضِ
اور وہ (اللہ) درگزر کرتا ہے	بہتوں سے	اور تم لوگ نہیں ہو	عاجز کرنے والے	زمین میں

وَمَا لَکُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ	مِنْ وَّلِیٍّ	وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿٣١﴾	وَمِنْ اٰیٰتِہِ
اور نہیں ہے تمہارے لیے	اللہ کے علاوہ	کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی مددگار	اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں

الْجَوَارِ	فِی الْبَحْرِ	کَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾	اِنْ یَّشَاْ	یُسْکِنِ	الرِّیْحَ
کشتیاں	سمندر میں	پہاڑوں کی مانند	اگر وہ چاہے	تو وہ ساکن کر دے	ہوا کو

فَیَظْلَلْنَ	رَوَاکِدَ	عَلٰی ظَھْرِہٖ	اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ	لَاٰیٰتٍ
نتیجتاً وہ (کشتیاں) ہو جائیں	ٹھہری ہوئی	اس (سمندر) کی پیٹھ پر	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں

لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ﴿٣٣﴾	اَوْ یُوْبِقْھُنَّ	بِمَا	کَسَبُوْا
ہر ایک خوب ثابت قدم رہنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لیے	یا وہ تباہ کر دے ان (کشتیوں) کو	بسبب اس کے جو	ان لوگوں نے کمائی کی

وَیَعْفُ	عَنْ کَثِیْرٍ ﴿٣٤﴾	وَّیَعْلَمَ	الَّذِیْنَ	یُجَادِلُوْنَ	فِیْٓ اٰیٰتِنَا
اور (چاہے تو) درگزر کرے	بہتوں سے	اور (تاکہ) جان لیں	وہ لوگ جو	مناظرہ کرتے ہیں	ہماری نشانیوں میں

مَا لَھُمْ	مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿٣٥﴾	فَمَآ اُوْتِیْتُمْ	مِّنْ شَیْءٍ
(کہ) نہیں ہے ان کے لیے	کوئی بھی بچنے کی جگہ	اور جو دی جاتی ہے تم لوگوں کو	کوئی بھی چیز

فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا	وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ	خَیْرٌ	وَّاَبْقٰی
تو (وہ) دنیوی زندگی کا سامان ہے	اور جو اللہ کے پاس ہے	(وہ) بہتر ہے	اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَلٰى رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴿۳۶﴾
ان لوگوں کے لیے جو	ایمان لائے	اور اپنے رب پر ہی	جو لوگ بھروسہ کرتے ہیں

نوٹ:1 جیسے نعمتیں ایک خاص اندازہ و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں (آیت۔27)، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب وضوابط کے تحت ہوتا ہے۔ بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں کے ہی بعض اعمال وفعال ہوتے ہیں۔ جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے بیمار پڑ جاتا ہے یا کبھی محلہ یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ یا شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور مستقبل میں ان کے لیے تنبیہ ہے۔ اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ (ترجمۂ شیخ الہند) یہ آیت۔ (آیت۔30) ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، جو گناہوں سے معصوم ہیں یا نابالغ بچے اور مجنون جن سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ اس کے دوسرے اسباب اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ (معارف القرآن)۔

مزید توضیح کے لیے یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ مومنِ مخلص پر جو تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ سب اس کے گناہوں، خطاؤں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ”مسلمان کو جو رنج، دکھ، فکر، غم، تکلیف اور پریشانی بھی پیش آتی ہے حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی اس کو اگر چبھتا ہے تو اللہ اس کو اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“ رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اُس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے مومن برداشت کرتا ہے وہ محض کوتاہیوں کا کفارہ ہی نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے ہاں ترقی درجات کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (37 تا 43)

ترجمہ

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ	وَالْفَوَاحِشَ	وَاِذَا مَا	غَضِبُوْا
اور جو لوگ دور رہتے ہیں	گناہ کے بڑوں سے	اور بے حیاؤں سے	اور جس وقت	وہ غضبناک ہوتے ہیں

هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ﴿۳۷﴾	وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا	لِرَبِّهِمْ	وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠
تو وہ لوگ بخش دیتے ہیں	اور جن لوگوں نے جواب دیا (حکم مانا)	اپنے رب کا	اور جنہوں نے قائم کی نماز

وَاَمْرُهُمْ	شُوْرٰى	بَيْنَهُمْ ۠	وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ۚ﴿۳۸﴾
اور جن کا معاملہ	مشورہ کرنا ہے	اپنے درمیان	اور اس میں سے جو	ہم نے روزی دی ان کو	وہ لوگ خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اِذَآ	اَصَابَهُمُ	الْبَغْيُ	هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾	وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
اور وہ لوگ کہ جب کبھی	آلگتی ہے ان کو	زیادتی	تو وہ لوگ بدلہ لیتے ہیں	اور کسی برائی کا بدلہ

سَيِّئَةٌ	مِّثْلُهَا ۚ	فَمَنْ عَفَا	وَاَصْلَحَ	فَاَجْرُهٗ	عَلَى اللّٰهِ ۭ
ایک برائی ہے	اس کی جیسی	پھر جس نے معاف کیا	اور اصلاح کی	تو اس کا اجر	اللہ پر ہے

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾	وَلَمَنِ انْتَصَرَ	بَعْدَ ظُلْمِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ
یقیناً وہ پسند نہیں کرتا	ظلم کرنے والوں کو	اور بیشک جس نے بدلہ لیا	اپنے پر ظلم کیے جانے کے بعد	تو وہ لوگ ہیں کہ

مَا عَلَيْهِمْ	مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱	اِنَّمَا السَّبِيْلُ	عَلَى الَّذِيْنَ	يَظْلِمُوْنَ	النَّاسَ
جن پرنہیں ہے	کوئی بھی الزام	الزام تو بس	ان لوگوں پر ہے جو	ظلم کرتے ہیں	لوگوں پر

وَيَبْغُوْنَ	فِي الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ
اور سرکشی (دھونس دھاندلی) کرتے ہیں	زمین میں	حق کے بغیر	وہ لوگ ہیں کہ	جن کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲	وَلَمَنْ صَبَرَ	وَغَفَرَ	اِنَّ ذٰلِكَ	لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳
ایک دردناک عذاب ہے	اور بیشک جس نے صبر کیا	اور بخش دیا	تو وہ بیشک یہ	یقیناً معاملات کی ثابت قدمی میں سے ہے

نوٹ:1

یہاں (آیت۔37) برائیوں کے صرف کبائر سے بچنے کا ذکر ہے۔اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ انسان خیر و شر کے دو متضاد داعیات کی کشمکش کے اندر امتحان میں ڈالا گیا ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ اس سے یہ نہیں ہے کہ وہ بالکل معصوم ہو کر زندگی گزارے۔اللہ تعالیٰ اس سے صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔اگر وہ بڑی برائیوں سے بچتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھوٹی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔دوسری یہ کہ چھوٹی برائیوں سے بچنے کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی بڑی برائیوں سے اجتناب کرے۔جو شخص اشرفیوں کی چوری سے اجتناب کرے گا وہ دھیلے اور پیسے کی چوری کرنے والا نہیں بنے گا۔اگر اس طرح کی کوئی حرکت اس سے صادر ہوگی بھی تو سہواً ہی ہوگی، عمداً نہیں ہوگی۔(تدبر قرآن)۔

نوٹ:2

جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے، مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا، اس نے ندامت کے ساتھ اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تو معاف کر دیا۔یہ محمود ہے۔اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو، مثلاً کوئی خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا دین کی اہانت اور جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے، ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں، وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔(ترجمۂ شیخ الہند)۔بی بی عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔البتہ جب اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کی ہتک کی جاتی تب آپؐ سزا دیتے تھے۔(تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (44تا48)

وَمَنْ يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا لَهٗ	مِنْ وَّلِيٍّ	مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ	وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ
اور جس کو بھٹکا دے	اللہ	تو نہیں ہے اس کے لیے	کوئی بھی کارساز	اس کے بعد سے	اور آپؐ دیکھیں گے ظالموں کو

لَمَّا	رَاَوُا	الْعَذَابَ	يَقُوْلُوْنَ	هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ	مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۴
جب	وہ لوگ دیکھیں گے	عذاب کو	تو کہیں گے	کیا لوٹانے (کے کسی امکان) کی طرف	کوئی بھی راہ ہے

وَتَرٰىهُمْ	يُعْرَضُوْنَ	عَلَيْهَا	خٰشِعِيْنَ	مِنَ الذُّلِّ
اور آپؐ دیکھیں گے ان کو	کہ وہ پیش کیے جاتے ہیں	اس (آگ) پر	عاجزی کرنے والے ہوتے ہوئے	تابعداری سے

يَنْظُرُوْنَ	مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ
دیکھتے ہوئے	پوشیدہ پلک (کن انکھیوں) سے	اور کہیں گے وہ لوگ جو	ایمان لائے	یقیناً خسارہ پانے والے

الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَاَهْلِيْهِمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ	اَلَآ	اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
وہ لوگ ہیں جنہوں نے	خسارے میں ڈالا	اپنی جانوں کو	اور اپنے گھر والوں کو	قیامت کے دن	سن لو!	یقیناً ظالم لوگ

فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾	وَمَا كَانَ لَهُمْ	مِّنْ اَوْلِيَآءَ	يَنْصُرُوْنَهُمْ
ایک دائمی عذاب میں ہیں	اور نہیں ہیں ان کے لیے	کوئی بھی ایسے کارساز	جو مدد کریں گے ان کی

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ	وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ	فَمَا لَهٗ	مِنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾ ؕ	اِسْتَجِيْبُوْا
اللہ کے سوا	اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو اس کے لیے نہیں ہے	کوئی بھی راہ	تم لوگ جواب دو (کہا مانو)

لِرَبِّكُمْ	مِّنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ اللّٰهِ ؕ
اپنے رب کا	اس سے پہلے کہ	آئے	ایک ایسا دن	لوٹانے کا کوئی بھی امکان نہیں ہے	جس کو	اللہ (کی طرف) سے

مَا لَكُمْ	مِّنْ مَّلْجَاٍ	يَّوْمَئِذٍ	وَّمَا لَكُمْ	مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾
تمہارے لیے نہیں ہوگی	کوئی بھی پناہ گاہ	اس دن	اور تمہارے لیے نہیں ہوگا	کوئی بھی عدم عرفان (مکرنا)

فَاِنْ اَعْرَضُوْا	فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا ؕ	اِنْ عَلَيْكَ
پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں	تو ہم نے نہیں بھیجا آپ کو	ان پر	بطور نگہبان	نہیں ہے آپ پر (ذمہ داری)

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ	وَاِنَّآ اِذَآ	اَذَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً
سوائے پہنچا دینے کے	اور بیشک جب کبھی	ہم چکھاتے ہیں	انسان کو	اپنے (پاس) سے	کوئی رحمت

فَرِحَ	بِهَا ۚ	وَاِنْ تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ ۢ	بِمَا
تو وہ خوش ہوتا ہے	اس سے	اور اگر آلگتی ہے ان کو	کوئی برائی	بسبب اس کے جو

قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	فَاِنَّ الْاِنْسَانَ	كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾
آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو یقیناً انسان	انتہائی ناشکرا ہے

نوٹ:1 آیت۔48۔ میں انسان سے مراد وہ چھچھورے اور کم ظرف لوگ ہیں جنہیں دنیا کا کچھ رزق مل گیا تو اس پر پھولے نہیں سماتے اور سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو سن کر نہیں دیتے۔ لیکن اگر کسی وقت اپنے ہی کرتوتوں کی بدولت ان کی شامت آجاتی ہے تو قسمت کو رونا شروع کر دیتے ہیں اور ان ساری نعمتوں کو بھول جاتے ہیں جو اللہ نے انہیں دی ہیں اور کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس حالت میں وہ مبتلا ہوئے ہیں اس میں ان کا اپنا کیا قصور ہے۔ اس طرح نہ خوشحالی ان کی اصلاح میں مددگار رہوتی ہے اور نہ بدحالی ہی انہیں سبق دے کر راہ راست پر لاسکتی ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (49تا53)

ترجمہ

لِلّٰهِ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	يَخْلُقُ	مَا يَشَآءُ ؕ
اللہ ہی کے لیے ہے	زمین اور آسمانوں کی بادشاہت	وہ پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

يَهَبُ	لِمَنْ يَّشَآءُ	اِنَاثًا	وَّيَهَبُ	لِمَنْ يَّشَآءُ
وہ عطا کرتا ہے	اس کو جس کے لیے وہ چاہتا ہے	مؤنث (بیٹیاں)	اور وہ عطا کرتا ہے	اس کو جس کے لیے وہ چاہتا ہے

الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾	اَوْ يُزَوِّجُهُمْ	ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا	وَيَجْعَلُ	مَنْ يَّشَآءُ	عَقِيْمًا
مذکر (بیٹے)	یا وہ ملا کر دیتا ہے ان کو	مذکر اور مؤنث (بیٹے اور بیٹیاں)	اور وہ بناتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	بانجھ

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ	قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾	وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ	اَنْ يُّكَلِّمَهُ	اللّٰهُ
بیشک وہ جاننے والا ہے	قدرت والا ہے	اور (ممکن) نہیں ہے کسی بشر کے لیے	کہ کلام کرے اس سے	اللہ

اِلَّا وَحْيًا	اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ	اَوْ يُرْسِلَ	رَسُوْلًا
مگر وحی ہوتے ہوئے	یا پردے کے پیچھے سے	یا (یہ کہ) وہ بھیجے	کوئی پیغامبر (فرشتہ)

فَيُوْحِيَ	بِاِذْنِهٖ	مَا يَشَآءُ	اِنَّهٗ عَلِيٌّ	حَكِيْمٌ ﴿٥١﴾	وَكَذٰلِكَ
نتیجتاً وہ وحی کرے	اس کی اجازت سے	وہ، جو وہ چاہتا ہے	بیشک وہ بالاتر ہے	حکمت والا ہے	اور اس طرح

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	رُوْحًا	مِّنْ اَمْرِنَا	مَا كُنْتَ تَدْرِيْ	مَا الْكِتٰبُ
ہم نے وحی کی آپ کی طرف	ایک جانفزا چیز (قرآن)	اپنے حکم سے	آپ نہیں جانتے تھے	کیا ہے کتاب

وَلَا الْاِيْمَانُ	وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ	نُوْرًا	نَّهْدِيْ بِهٖ	مَنْ نَّشَآءُ
اور نہ (کیا ہے) ایمان	اور لیکن ہم نے بنایا اس (قرآن) کو	ایک ایسا نور	ہم ہدایت دیتے ہیں جس سے	اس کو جس کو ہم چاہتے ہیں

مِنْ عِبَادِنَا	وَاِنَّكَ	لَتَهْدِيْ	اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٢﴾	صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ
اپنے بندوں میں سے	اور بیشک آپ	یقیناً رہنمائی کرتے ہیں	ایک سیدھے راستے کی طرف	اس اللہ کے راستے کی طرف

لَهٗ	مَا فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِي الْاَرْضِ	اَلَآ	اِلَى اللّٰهِ	تَصِيْرُ	الْاُمُوْرُ ﴿٥٣﴾
جس کا ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے	سن لو!	اللہ ہی کی طرف	لوٹتے ہیں	سارے معاملات

نوٹ: 1

آیت۔52۔ میں وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ سے مراد محض آخری طریقہ نہیں ہے بلکہ وہ تینوں طریقے ہیں جو اوپر کی آیت میں مذکور ہوئے ہیں۔ یہ بات قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو ان تینوں طریقوں سے ہدایات دی گئی ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آپؐ کے بہت سے خوابوں کا ذکر ملتا ہے جن میں آپؐ کو کوئی تعلیم دی گئی یا کسی بات پر مطلع کیا گیا اور قرآن مجید میں بھی آپؐ کے ایک خواب کا صراحت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ (48/الفتح: 27)۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ فلاں بات میرے دل میں ڈالی گئی ہے، یا مجھے یہ بتایا گیا ہے، یا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے، یا مجھے اس سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی تمام چیزیں وحی کی پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اور احادیث قدسیہ بھی زیادہ تر اسی قبیل سے ہیں۔

معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو وحی کی دوسری قسم سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ متعدد احادیث میں آپؐ کو نماز کا حکم دیئے جانے اور آپؐ کا اس پر بار بار عرض معروض کرنے کا ذکر جس طرح آیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ اور بندے (ﷺ) کے درمیان ویسا ہی مکالمہ ہوا تھا جیسا دامنِ طور میں حضرت موسیٰؑ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوا۔ رہی تیسری قسم تو اس سے متعلق خود قرآن شہادت دیتا ہے کہ اسے جبریل امین کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا گیا۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:2

جہاں تک کتاب کا تعلق ہے اس سے تو نبی ﷺ نا آشنا تھے اس لیے کہ آپؐ امی تھے۔ لیکن ایمان سے آشنائی کی جو نفی کی گئی ہے یہ اس کی تفصیلات کے اعتبار سے ہے، یعنی آپؐ ایمان کے تمام لوازم و مقتضیات سے نا آشنا تھے، ورنہ انبیاء علیہم السلام تو وحی سے پہلے بھی اپنی فطرتِ سلیم کی روشنی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اجمالی ایمان ان کے اندر موجود ہوتا ہے جو وحی کی روشنی سے جگمگا کر آفتاب کی طرح ایک عالم کو منور کر دیتا ہے۔ فطرت کی روشنی اور وحی کی روشنی میں نسبت چونکہ ذرّہ اور آفتاب کی ہے اس وجہ سے اس کے مقابل میں اس کی نفی کی گئی ہے لیکن ہے وہ اسی آفتابِ تاباں کا ایک ذرّہ۔ (تدبر قرآن)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الزخرف (43)

آیت نمبر (1 تا 8)

ترجمہ

حٰمٓ ۚ①	وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ②	اِنَّا جَعَلْنٰهُ	قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا
-	قسم ہے اس واضح کر دینے والی کتاب کی	بیشک ہم نے بنایا اس (کتاب مبین) کو	عربی قرآن

لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ③	وَاِنَّهٗ	فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ	لَدَيْنَا	لَعَلِيٌّ
شاید کہ تم لوگ عقل سے کام لو	اور بیشک وہ (قرآن)	کتاب کی ماں (ماسٹر کاپی) میں ہے	ہمارے پاس	یقیناً (وہ قرآن) بلند رتبہ ہے

حَكِيْمٌ ۭ④	اَفَنَضْرِبُ	عَنْكُمُ	الذِّكْرَ	صَفْحًا	اَنْ كُنْتُمْ
پُرحکمت ہے	تو کیا ہم روک لیں گے	تم لوگوں سے	اس نصیحت کو	دیکھی ان دیکھی کرتے ہوئے	(محض اس لیے) کہ تم لوگ

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ⑤	وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ	فِي الْاَوَّلِيْنَ ⑥
ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو	اور ہم نے بھیجے کتنے ہی نبی	پہلوں میں

وَمَا يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	اِلَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦
اور نہیں پہنچا ان کے پاس	کوئی بھی نبی	سوائے اس کے کہ	وہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے تھے

فَاَهْلَكْنَآ	اَشَدَّ مِنْهُمْ	بَطْشًا	وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧
تو ہم نے ہلاک کیا	ان میں سے زیادہ سخت کو	بلحاظ گرفت کرنے کے	اور گزر چکی اگلے لوگوں کی مثال

نوٹ:1

اُمِّ الْكِتٰبِ سے مراد وہ اصل کتاب ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں۔ اسی کو سورۂ واقعہ میں کتاب مکنون (پوشیدہ اور محفوظ کتاب) کہا گیا ہے اور سورۂ بروج میں اس کے لیے لوحِ محفوظ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں یعنی ایسی لوح جس کا لکھا مٹ نہیں سکتا اور جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

یہاں قرآن کو عَلِیٌّ حَکِیْمٌ کہا گیا ہے۔ پچھلی سورہ میں یہی صفت آیت۔ 51۔ میں اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہے اور وحی و قرآن کے بیان ہی کے سلسلہ میں آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر کلام اپنے صاحب کلام کی صفات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ ہے اس وجہ سے اس کا کلام بھی عَلِیٌّ حَکِیْمٌ ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (9 تا 17)

ترجمہ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ
اور اگر آپؐ پوچھیں ان سے	کس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین کو	تو وہ سب لازماً کہیں گے

خَلَقَهُنَّ	الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ الْاَرْضَ	مَهْدًا
پیدا کیا ان سب کو	اس بالا دست باخبر نے	جس نے	بنایا	تمہارے لیے زمین کو	ایک بچھونا

وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا	سُبُلًا	لَّعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾	وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ
اور اس نے بنائے تمہارے لیے اس (زمین) میں	کچھ راستے	شاید کہ تم لوگ	راہ پاؤ	اور جس نے اتارا آسمان سے

مَآءً بِقَدَرٍ	فَاَنْشَرْنَا بِهٖ	بَلْدَةً مَّيْتًا	كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١١﴾
کچھ پانی ایک اندازے سے	پھر ہم نے زندہ کیا اس سے	ایک مردہ بستی کو	اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ	كُلَّهَا	وَجَعَلَ لَكُمْ	مِّنَ الْفُلْكِ	وَالْاَنْعَامِ
اور جس نے بنائے جوڑے	ان کے سب کے	اور اس نے بنایا تمہارے لیے	کشتیوں میں سے	اور چوپایوں میں سے

مَا	تَرْكَبُوْنَ ﴿١٢﴾	لِتَسْتَوٗا	عَلٰى ظُهُوْرِهٖ	ثُمَّ	تَذْكُرُوْا
اس کو جس پر	تم لوگ سوار ہوتے ہو	تاکہ تم لوگ جم کر بیٹھو	ان کی پیٹھوں پر	پھر	تاکہ تم لوگ یاد کرو

نِعْمَةَ رَبِّكُمْ	اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ	وَتَقُوْلُوْا	سُبْحٰنَ الَّذِيْ	سَخَّرَ لَنَا هٰذَا
اپنے رب کی نعمت کو	جب تم لوگ بیٹھ جاؤ ان پر	اور تاکہ تم لوگ کہو	پاکیزگی اس کی ہے جس نے	مطیع کیا ہمارے لیے اس کو

وَمَا كُنَّا لَهٗ	مُقْرِنِيْنَ ﴿١٣﴾	وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا	لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٤﴾	وَجَعَلُوْا
اور ہم نہیں تھے اس کو	باندھنے والے (قابو پانے والے)	اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی	یقیناً پلٹنے والے ہیں	اور انہوں نے بنایا

لَهٗ	مِنْ عِبَادِهٖ	جُزْءًا	اِنَّ الْاِنْسَانَ	لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾
اس کے لیے	اس کے بندوں میں سے	ایک ٹکڑا (ایک اولاد)	بیشک انسان	یقیناً کھلا کھلا انتہائی ناشکرا ہے

اَمِ اتَّخَذَ	مِمَّا يَخْلُقُ	بَنٰتٍ	وَّاَصْفٰكُمْ	بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾
یا اس نے بنایا (اپنے لیے)	اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے	کچھ بیٹیاں	اور اس نے چن لیا تم کو	بیٹوں کے لیے

وَاِذَا بُشِّرَ	اَحَدُهُمْ	بِمَا ضَرَبَ	لِلرَّحْمٰنِ
اور جب بشارت دی جاتی ہے	ان کے کسی ایک کو	اس کی جو اس نے بیان کیا	رحمان کے لیے

مَثَلًا	ظَلَّ	وَجْهُهٗ	مُسْوَدًّا	وَّهُوَ كَظِيْمٌ ⑰
بطور مثال کے	تو ہو جاتا ہے	اس کا چہرہ	سیاہ پڑنے والا	اس حال میں کہ وہ غم زدہ ہے

نوٹ: 1

آیت۔14۔ میں جوڑوں سے مراد صرف نوعِ انسانی کے زن و مرد اور حیوانات و نباتات کے نر و مادہ ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری بیشمار چیزیں بھی ہیں جن کو خالق نے ایک دوسرے کا جوڑ بنایا ہے اور جن کے اختلاط یا امتزاج سے دنیا میں نئی نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں۔ مثلاً بجلی میں منفی اور مثبت بجلیاں ایک دوسرے کا جوڑ ہیں اور ان کی باہمی کشش ہی دنیا میں عجیب عجیب کرشموں کا موجب بن رہی ہے۔ یہ اور دوسرے اَن گنت جوڑے جو قسم قسم کی مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، ان کی ساخت اور ان کی باہمی مناسبتوں اور ان کے تعامل کی گوناگوں شکلوں اور ان کے ملنے سے پیدا ہونے والے نتائج پر اگر انسان غور کرے تو اس کا دل یہ گواہی دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ سارا کارخانہ عالم کسی ایک زبردست صانع حکیم کا بنایا ہوا ہے اور اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

انسان کی سواریاں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جنہیں انسان اپنی صنعت و حرفت سے بناتا ہے اور دوسرے وہ حیوانات جن کی تخلیق میں انسانی صنعت کا کوئی دخل نہیں۔ کشتیوں سے سواریوں کی پہلی قسم مراد ہے اور چوپایوں سے دوسری اسم۔ مقصد یہ ہے کہ انسانی استعمال کی تمام سواریاں، خواہ ان کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ چوپایوں کا نعمت ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح وہ سواریاں بھی اللہ کی بڑی نعمت ہیں جن کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہے۔ ہوائی جہاز سے لے کر معمولی سائیکل تک اگرچہ انسان نے خود بنائی ہیں لیکن ان کی صنعت کے طریقے سمجھانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ وہ قادر مطلق ہی تو ہے جس نے انسانی دماغ کو وہ صلاحیت عطا کی ہے جو لوہے کو موم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی صنعت میں جو خام مواد پیدا ہوتا ہے، وہ اور اس کے خواص و آثار تو براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہی تخلیق ہیں۔

ایک کافر اور مومن میں درحقیقت یہی فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں لیکن کافر انہیں غفلت سے استعمال کرتا ہے اور مومن اللہ کے انعامات کو مستحضر کر کے اپنا سر نیاز اس کے حضور جھکا دیتا ہے۔ اسی مقصد سے قرآن و حدیث میں مختلف کاموں کی انجام دہی کے وقت دعائیں تلقین کی گئی ہیں اور اگر انسان اپنی روزمرہ زندگی میں اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے ان دعاؤں کو اپنا معمول بنا لے تو اس کا ہر مباح کام بھی عبادت بن جاتا ہے۔ یہ دعائیں ''حصن حصین'' اور ''مناجات مقبول'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

یہاں سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا سے لَمُنْقَلِبُوْنَ تک سواری پر بیٹھ کر پڑھنے کی دعا ہے۔ چنانچہ متعدد روایات میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر بیٹھتے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (18 تا 25)

اَوَمَنْ	يُنَشَّؤُا	فِي الْحِلْيَةِ	وَهُوَ فِي الْخِصَامِ	غَيْرُ مُبِيْنٍ ⑱
اور کیا وہ (اولاد) جس کی	پرورش کی جاتی ہے	زیور میں	اور وہ حجت بازی میں	وضاحت کے بغیر ہے

وَجَعَلُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ	هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ	اِنَاثًا ؕ	اَشَهِدُوْا
اور انہوں نے بنایا	ان فرشتوں کو جو کہ	رحمان کے بندے ہی ہیں	مؤنث	کیا وہ موقعہ پر موجود تھے

خَلْقَهُمْ ؕ	سَتُكْتَبُ	شَهَادَتُهُمْ	وَيُسْئَلُوْنَ ⑲	وَقَالُوْا
ان کے پیدا کیے جانے کے	لکھ لی جائے گی	ان کی گواہی	اور ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی	اور انہوں نے کہا

لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ	مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ	مَا لَهُمْ	بِذٰلِكَ	مِنْ عِلْمٍ ۚ	اِنْ هُمْ اِلَّا
اگر چاہتا رحمان	تو ہم بندگی نہ کرتے ان کی	نہیں ہے ان کے لیے	اس کے بارے میں	کوئی بھی علم	نہیں ہیں وہ مگر

يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾	اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ	كِتٰبًا	مِّنْ قَبْلِهٖ	فَهُمْ بِهٖ
اٹکل لگاتے ہیں	یا ہم نے دی ان کو	کوئی کتاب	اس (قرآن) سے پہلے	تو وہ اس سے

مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾	بَلْ قَالُوْٓا	اِنَّا وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ
چمٹنے والے ہیں	بلکہ انہوں نے کہا	بیشک ہم نے پایا	اپنے آباء واجداد کو ایک دین پر

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾	وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ
اور بیشک ہم ان کے نقوشِ قدم پر ہی	ہدایت پانے والے ہیں	اور اسی طرح ہم نے نہیں بھیجا	آپؐ سے پہلے کسی بستی میں

مِّنْ نَّذِيْرٍ	اِلَّا	قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ	اِنَّا وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ
کوئی بھی خبردار کرنے والا	مگر یہ کہ	کہا اس کے خوشحال لوگوں نے	بیشک ہم نے پایا	اپنے آباء واجداد کو ایک دین پر

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾	قٰلَ	اَوَلَوْ	جِئْتُكُمْ
اور بیشک ہم ان کے نقوشِ قدم کی ہی	پیروی کرنے والے ہیں	کہا (منذر نے)	تو کیا اگر	میں لاؤں تمہارے پاس

بِاَهْدٰى مِمَّا	وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ	اٰبَآءَكُمْ ؕ	قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
اس سے زیادہ ہدایت والی	تم لوگ پاتے ہو جس پر	اپنے آباء واجداد کو	ان لوگوں نے کہا بیشک ہم اس کا	تم لوگ بھیجے گئے جس کے ساتھ

كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع
انکار کرنے والے ہیں	تو ہم نے انتقام لیا	ان سے	تو آپؐ دیکھیں	کیسا تھا	جھٹلانے والوں کا انجام

نوٹ:1

آیت۔18۔ میں اس احساس کی تعبیر ہے جو لڑکی کی ولادت کی خبر سن کر اہل عرب کے دل میں پیدا ہوتا۔ وہ اس سوچ میں پڑ جاتے کہ کیا وہ وجود میں آئی ہے جو زیوروں میں پلتی ہے (یعنی شمشیر زنی نہیں کرتی) اور مفاخرت کے مقابلوں میں بے زبان ہے اور عرب جاہلیت میں ان دونوں ہی چیزوں کے رسیا تھے۔ ان کے ہاں آئے دن جنگیں بھی برپا ہوتیں اور مفاخرت کے مقابلے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ عورت ان دونوں ہی میدانوں میں فروتر تھی۔ اس وجہ سے اہل عرب کی نگاہوں میں اس کی کچھ زیادہ اہمیت نہ تھی۔ اور یہ بات کچھ اہل عرب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس زمانے میں بھی عورت کو جو اہمیت حاصل ہوئی ہے وہ نمائش کی مجالس ہی میں ہوئی ہے۔ مبازرت اور مفاخرت کے اعتبار سے تو آج بھی وہ وہیں ہے جہاں عرب جاہلیت کے دور میں تھی۔ یہ امر یہاں اچھی طرح ملحوظ رہے کہ عورت پر یہ تبصرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ان اہل عرب کی طرف سے ہے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (تدبر قرآن)

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ مافی الضمیر کو قوت اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے پر مردوں کے برابر قادر نہیں ہوتی۔ لیکن یہ حکم اکثریت کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا اگر کچھ عورتیں سلیقۂ گفتار کی مالک ہوں اور اس معاملہ میں مردوں سے بھی بڑھ جائیں تو اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2

مشرکین یہ دلیل پیش کرتے ہیں تھے کہ ہمارا فرشتوں کو پوجنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کو ان کی عبادت کرنا پسند ہے۔ اگر یہ چیز اس کو پسند نہ ہوتی تو اس کی قدرت میں تو سب کچھ ہے۔ وہ اس کو روک دیتا اور ہم ان کی عبادت نہ کر پاتے۔ جواب میں فرمایا کہ اس بارے میں ان کو کوئی

علم نہیں ہے یہ محض اٹکل پچّو باتیں کرتے ہیں۔ خدا کی پسند یا ناپسند کو جاننے کا یہ ذریعہ نہیں ہے کہ کسی شخص یا گروہ کو کسی برائی کو کرنے کی ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اگر یہ کوئی دلیل ہے تو یہ دلیل ہر چور اور ہر بدمعاش اپنی چوری اور بدمعاشی کے جواز میں پیش کر سکتا ہے۔ خدا کی پسند اور ناپسند کے جاننے کا باوثوق ذریعہ اس کی کتابیں اور اس کے نبیوں کی تعلیمات ہیں۔ تو کیا اس قرآن سے پہلے ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کو وہ سند میں پیش کر سکتے ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نہیں ہے تو آخر وہ کس سند پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کو خدا کی تائید حاصل ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (26 تا 35)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ	اِنَّنِيْ بَرَآءٌ	مِّمَّا
اور جب کہا ابراہیمؑ نے	اپنے والد سے اور اپنی قوم سے	یقیناً میں بیزار ہوں	اس سے جس کی

تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾	اِلَّا الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	فَاِنَّهٗ	سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾	وَجَعَلَهَا
تم لوگ بندگی کرتے ہو	سوائے اس کے جس نے	وجود بخشا مجھ کو	تو یقیناً وہ	ہدایت دے گا مجھ کو	اور انہوںؑ نے بنایا اس (اعلان برأت) کو

كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً	فِيْ عَقِبِهٖ	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾	بَلْ مَتَّعْتُ
ایک باقی رہنے والی بات (روایت)	اپنے پچھلوں (اولاد) میں	شاید (تاکہ) وہ لوگ لوٹیں	بلکہ میں نے فائدہ اٹھانے دیا

هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ	حَتّٰى جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾
ان لوگوں کو اور ان کے آباء واجداد کو	یہاں تک کہ آیا ان کے پاس	یہ حق (قرآن)	اور ایک واضح کرنے والا رسول

وَلَمَّا جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	قَالُوْا	هٰذَا سِحْرٌ	وَّاِنَّا بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾
اور جب آیا ان کے پاس	یہ حق	تو انہوں نے کہا	یہ جادو ہے	اور بیشک ہم اس کا	انکار کرنے والے ہیں

وَقَالُوْا	لَوْلَا	نُزِّلَ	هٰذَا الْقُرْاٰنُ	عَلٰى رَجُلٍ	مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ
اور انہوں نے کہا	کیوں نہیں	اتارا جاتا	اس قرآن کو	کسی ایسے مرد پر جو	ان دو بستیوں میں سے

عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾	اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ	رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ	نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ
عظیم ہے	کیا یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں	آپؐ کے رب کی رحمت کو	ہم نے ہی تقسیم کیا ان کے مابین

مَّعِيْشَتَهُمْ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَرَفَعْنَا	بَعْضَهُمْ	فَوْقَ بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ
ان کی روزی کو	اس دنیوی زندگی میں	اور ہم نے بلند کیا	ان کے کسی کو	کسی کے اوپر	بلحاظ درجات کے

لِّيَتَّخِذَ	بَعْضُهُمْ	بَعْضًا	سُخْرِيًّا ؕ	وَرَحْمَتُ رَبِّكَ	خَيْرٌ	مِّمَّا
تاکہ بنائے	ان کا کوئی	کسی کو	کام آنے والا	اور آپؐ کے رب کی رحمت	زیادہ بھلی ہے	اس سے جو

يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾	وَلَوْلَآ	اَنْ يَّكُوْنَ	النَّاسُ	اُمَّةً وَّاحِدَةً	لَّجَعَلْنَا
یہ لوگ جمع کرتے ہیں	اور اگر نہ ہوتا	کہ ہو جائیں گے	لوگ	ایک (ہی) امت	تو ہم ضرور بناتے

لِمَنْ يَّكْفُرُ	بِالرَّحْمٰنِ	لِبُيُوْتِهِمْ	سُقُفًا	مِّنْ فِضَّةٍ
اس کے لیے جو انکار کرتا ہے	رحمان کا	ان کے گھروں کے لیے	چھتوں کو	چاندی سے

وَّمَعَارِجَ	عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾	وَلِبُيُوْتِهِمْ	اَبْوَابًا وَّسُرُرًا
اور سیڑھیوں کو (بھی)	جس پر وہ لوگ چڑھتے ہیں	اور ان کے گھروں کے لیے	دروازوں اور تختوں کو (بھی)

عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾	وَزُخْرُفًا	وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ	لَمَّا
جس پر یہ لوگ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں	اور سونے کا (بھی کر دیتے)	اور نہیں یہ سب کچھ	مگر

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةُ	عِنْدَ رَبِّكَ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾
اس دنیوی زندگی کا سامان	اور آخرت	آپؐ کے رب کے پاس	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے

نوٹ:1

گزشتہ آیات میں باری تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین عرب کے پاس اپنے شرک پر سوائے اپنے باپ دادوں کی رسوم کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ واضح عقلی اور نقلی دلیلوں کی موجودگی میں محض باپ دادوں کی تقلید پر اصرار کرنا حق وانصاف سے کس قدر بعید ہے۔ اب ان آیات (26 تا 28) میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اگر اپنے آباء و اجداد ہی کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو حضرت ابراہیمؑ کے راستے پر کیوں نہیں چلتے، جن کے ساتھ نسبی وابستگی کو تم خود اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھتے ہو۔ وہ نہ صرف توحید کے قائل تھے بلکہ ان کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ کھلے ہوئے عقلی اور نقلی دلائل کی موجودگی میں محض باپ دادوں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی ساری قوم اپنے آباء و اجداد کی اتباع میں شرک میں مبتلا تھی، لیکن انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کے بجائے اپنی قوم سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محض اپنے عقیدے اور عمل کا درست کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ غلط عقائد و اعمال سے اپنی برأت کا اظہار بھی ضروری ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2

آیت۔32۔ کے حوالہ سے یہ امر واضح رہے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے بنائی ہے۔ اس وجہ سے اس کا نظام اس نے اس طرح کا رکھا ہے کہ اس میں ہر شخص دوسروں کا محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی۔ یہاں کوئی شخص بھی دوسروں سے مستغنی نہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ معاشرہ میں کسی نہ کسی پہلو سے اس کو افادیت نہ ہو۔ خالق کائنات نے ہر شخص کو ایک ہی درجے کی صلاحیت، ایک ہی طرح کا ذوق اور ایک ہی حیثیت کے وسائل و ذرائع کے ساتھ نہیں پیدا کیا بلکہ ان اعتبارات سے لوگوں کے درمیان تفاوت رکھا ہے۔ یہ تفاوت معاشرہ کی تشکیل اس طرح کرتا ہے کہ اس میں ایک طرف عالم، مصنف، محقق اور حکمران بھی پیدا ہوتے ہیں، دوسری طرف مزدور، حاضر خدمت رہنے والے خادم، گلیاں اور نالیاں صاف کرنے والے خاکروب بھی اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سارے طبقات معاشرہ کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان سب کی خدمت کی نوعیت الگ ہے مگر ان میں سے کوئی عنصر بھی نہ حقیر ہے اور نہ ان میں سے کسی کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

دنیا کو درجات و مراتب کے اس فرق کے ساتھ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ امتحان کر رہا ہے کہ جو لوگ اعلیٰ صلاحیتوں اور بہتر وسائل کے امین بنائے گئے ہیں وہ ان کو پا کر غرور، خودسری اور اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا اس کے شکر گزار و فرمانبردار اور اس کی خلق کے غمگسار ہوتے ہیں اسی طرح وہ ان لوگوں کو بھی دیکھ رہا ہے جو فروتر اور کمتر وسائل کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں کہ وہ اپنے دائرہ کار

میں اپنے فرائض کو پہچاننے اور اپنے خالق سے ڈرنے والے اور اپنی خود داری کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں یا اپنے فرائض چھوڑ کر حاکموں اور افسروں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ اگر پہلی صورت وجود میں آتی ہے تو اعلیٰ اور ادنیٰ کے صالح تعاون سے صالح معاشرہ اور صالح تمدن وجود میں آتا ہے اور اس کے تمام اجزاء بلا امتیاز، بلا امتیاز اعلیٰ و ادنیٰ اس دنیا میں بھی عزت پاتے ہیں اور آخرت میں بھی ہر ایک اپنی اپنی حسن نیت کے مطابق صلہ پائے گا۔ اگر دوسری شکل ہوتی ہے تو معاشرہ کا نظام بتدریج مائل بہ فساد ہونا شروع ہوتا ہے اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے تمام چھوٹے بڑے عناصر اپنی اپنی غفلت کے مطابق عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اس زمانے میں جو لوگ دنیا سے طبقات کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں وہ اس ارادے میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ لوگوں کو ذہنی، طبعی اور عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے مساوی درجہ کا بنانے میں کامیاب نہ ہو جائیں اور یہ چیز محال ہے۔ اور اگر وہ اس محال کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو گئے یعنی انہوں نے پوری قوم کو ذہنی و مادی قوتوں کے اعتبار سے ایک درجہ پر کر دیا تو اسی دن باہمی تعاون کی بنیاد ختم ہو جائے گی اور قوم میں انارکی پھیل جائے گی۔ جب ہر شخص لینن اور اسٹالن بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لے گا تو آخر وہ لینن یا ماؤ کا ڈرائیور یا ان کے جوتوں پر پالش کرنے والا خدمت گار کیوں بنے گا۔ پھر تو ہر شخص خداوند ہی بننے کی کوشش کرے گا اور اتنے خداؤں کی کشمکش میں دنیا کا جو حشر ہوگا اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (36 تا 45)

وَمَنْ يَّعْشُ	عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ	نُقَيِّضْ لَهٗ	شَيْطٰنًا
اور جو جی چراتا ہے	رحمان کے ذکر سے	تو ہم تعینات کرتے ہیں اس کے لیے	ایک شیطان کو

فَهُوَ لَهٗ	قَرِيْنٌ ۝۳۶	وَاِنَّهُمْ	لَيَصُدُّوْنَهُمْ	عَنِ السَّبِيْلِ
پھر وہ اس کا ہی	ساتھی ہے	اور بیشک وہ سب (شیطان)	یقیناً روکتے ہیں ان سب (جی چرانے والوں) کو	اصل راہ سے

وَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷	حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا	قَالَ يٰلَيْتَ
اور وہ (جی چرانے والے) لوگ گمان کرتے ہیں	کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں	یہاں تک کہ جب وہ آئے گا ہمارے پاس	تو کہے گا اے کاش

بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ	بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ	فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸
میرے درمیان اور تیرے درمیان	دو مشرقوں (یعنی مشرق و مغرب) کی دوری ہوتی	تو کتنا برا ہے ساتھی

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ	الْيَوْمَ	اِذْ ظَّلَمْتُمْ	اَنَّكُمْ	فِي الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۹
اور ہر گز نفع نہیں دے گی تم کو	آج کے دن	جبکہ تم سب نے ظلم کیا	(یہ بات) کہ تم سب	عذاب میں	شریک ہونے والے ہو

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ	الصُّمَّ	اَوْ تَهْدِي	الْعُمْيَ	وَمَنْ كَانَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۰
تو کیا آپ سنائیں گے	بہروں کو	یا آپ راہ سجھائیں گے	اندھوں کو	اور اس کو جو ہو	کھلی گمراہی میں

فَاِمَّا	نَذْهَبَنَّ بِكَ	فَاِنَّا مِنْهُمْ	مُّنْتَقِمُوْنَ ۝۴۱	اَوْ نُرِيَنَّكَ
پھر یا تو	ہم لے ہی جائیں آپ کو	پھر بیشک ہم ان سے	انتقام لینے والے ہیں	یا ہم دکھا ہی دیں آپ کو

الَّذِيْ	وَعَدْنٰهُمْ	فَاِنَّا عَلَيْهِمْ	مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾	فَاسْتَمْسِكْ
وہ جو	ہم نے وعدہ کیا ان سے	تو بیشک ہم ان پر	پوری طرح قابو یافتہ ہیں	تو آپؐ چمٹے رہیں

بِالَّذِيْٓ	اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾	وَاِنَّهٗ	لَذِكْرٌ
اس سے جو	وحی کی گئی آپؐ کی طرف	یقیناً آپؐ ایک سیدھی راہ پر ہیں	اور بیشک یہ (قرآن)	یقیناً ایک یاد دہانی ہے

لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ	وَسَوْفَ	تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾	وَسْـَٔلْ	مَنْ اَرْسَلْنَا
آپؐ کے لیے اور آپؐ کی قوم کے لیے	اور عنقریب	تم سب سے پوچھ گچھ کی جائے گی	اور آپؐ پوچھ لیں	ان سے جن کو ہم نے بھیجا

مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رُّسُلِنَآ	اَجَعَلْنَا	مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ	اٰلِهَةً	يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع
آپؐ سے پہلے	ہمارے رسولوں میں سے	کیا ہم نے (کبھی) بنایا	رحمان کے علاوہ	کچھ ایسے الٰہ جن کی	بندگی کی جائے

نوٹ: 1 عربی میں کبھی کبھی دو متعلقہ چیزوں میں سے کسی ایک کا تثنیہ بول کے دونوں چیزیں مراد لیتے ہیں۔ جیسے قَمَرَانِ کا مطلب ہے چاند اور سورج۔ بَصْرَانِ کا مطلب ہے بصرہ اور کوفہ۔ اسی طرح مشرقانِ کا مطلب ہے مشرق اور مغرب۔ آیت۔38۔ کے ترجمہ میں اسی کو ظاہر کیا گیا ہے۔

نوٹ: 2 آیات۔36۔37۔ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن اور وحی سے جان بوجھ کر اعراض کرے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دنیا میں اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اسے نیکیوں سے روک کر برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد سے اعراض کی اتنی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان کی صحبت خراب ہو جاتی ہے اور شیاطین، خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اس کو بھلائیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں۔ وہ کام سارے گمراہی کے کرتا ہے مگر سمجھتا یہ ہے کہ بہت اچھا کر رہا ہے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (46 تا 56)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي	بِاٰيٰتِنَآ	اِلٰي فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ
اور یقیناً ہم بھیج چکے موسیٰؑ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف

فَقَالَ اِنِّيْ	رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾	فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ	اِذَا هُمْ
تو انہوں نے کہا کہ میں	تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں	پھر جب وہؑ آئے ان کے پاس ہماری نشانیوں کے ساتھ	جب ہی وہ سب

مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَمَا نُرِيْهِمْ	مِّنْ اٰيَةٍ	اِلَّا	هِيَ اَكْبَرُ
ان پر ہنستے تھے	اور ہم نہیں دکھاتے تھے ان لوگوں کو	کوئی بھی نشانی	سوائے اس کے کہ	وہ زیادہ بڑی ہوتی تھی

مِنْ اُخْتِهَا ۡ	وَاَخَذْنٰهُمْ	بِالْعَذَابِ	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾	وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ
اپنی بہن سے	اور ہم نے پکڑا ان سب کو	عذاب سے	شاید کہ وہ لوگ رجوع کریں	اور ان لوگوں نے کہا اے جادوگر

ادْعُ لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ	اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
تو پکار (دعا کر) ہمارے لیے	اپنے رب کو	اس کے ساتھ جو	اس نے عہد لیا تجھ سے	بیشک ہم یقیناً ہدایت پانے والے ہیں

فَلَمَّا كَشَفْنَا	عَنْهُمُ الْعَذَابَ	اِذَا هُمْ	يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾	وَنَادٰى فِرْعَوْنُ
پھر جب ہم کھول دیتے	ان سے عذاب کو	جب ہی وہ لوگ	عہد شکنی کرتے	اور ندا دی فرعون نے

فِىْ قَوْمِهٖ	قَالَ يٰقَوْمِ	اَلَيْسَ لِىْ	مُلْكُ مِصْرَ	وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ
اپنی قوم میں	اس نے کہا اے میری قوم	کیا نہیں ہے میرے لیے	مصر کی حکومت	اور یہ نہریں

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ ؕ	اَمْ اَنَا خَيْرٌ
جو بہتی ہیں میرے (محل کے) نیچے سے	تو کیا تم لوگوں کو سجھائی نہیں دیتا	(کیا وہ بہتر ہے) یا میں بہتر ہوں

مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ	هُوَ مَهِيْنٌ ۙ	وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾	فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ
اس سے جو (کہ)	وہی بے وقعت ہے	اور لگتا نہیں کہ وہ واضح کرے	تو کیوں نہیں ڈالے (اتارے) گئے اس پر

اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ	اَوْ جَآءَ مَعَهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾	فَاسْتَخَفَّ
کچھ کنگن سونے میں سے	یا (کیوں نہیں) آئے اس کے ساتھ	فرشتے حاضر رہنے والے ہوتے ہوئے	تو اس نے مت ماردی

قَوْمَهٗ	فَاَطَاعُوْهُ ؕ	اِنَّهُمْ كَانُوْا	قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾
اپنی قوم کی	پھر انہوں نے اطاعت کی اس کی	بیشک وہ لوگ تھے ہی	ایک نافرمانی کرنے والی قوم

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا	انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ ۙ
پھر جب انہوں نے غصّہ دلایا ہم کو	تو ہم نے انتقام لیا ان سے	پھر ہم نے غرق کر دیا ان کو	سب کے سب کو

فَجَعَلْنٰهُمْ	سَلَفًا	وَّمَثَلًا	لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ۧ
پھر ہم نے بنایا ان کو	ایک گزری ہوئی چیز	اور ایک مثال	آخری لوگوں کے لیے

نوٹ:1 ان آیات میں بالاجمال حضرت موسیٰ ؑ اور فرعون کی سرگزشت بیان ہوئی ہے، جس سے مقصود اُس انتقام الٰہی کی تاریخی شہادت پیش کرنا ہے جس کا ذکر آیات۔41۔42۔ میں ہوا ہے کہ رسول کی تکذیب کے بعد اس کی قوم کا فیصلہ لازماً ہو جاتا ہے، خواہ رسول کی زندگی میں ہو یا اس کی ہجرت یا موت کے بعد۔ اللہ کا یہ انتقام اس کی ایک مقررہ سنت ہے جس کی گرفت سے کوئی قوم بھی نہیں بچی۔ اس کے علاوہ ان آیات میں اس حقیقت کی عملی مثال بھی ہے جو آیت۔40۔ میں بیان ہوئی کہ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں برباد کر کے اور جان بوجھ کر گمراہی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں ان کو کسی نشانی سے بھی ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ بڑے سے بڑے معجزات دیکھنے کے بعد بھی اندھے ہی بنے رہتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ:2 قدیم زمانے میں جب کسی شخص کو کسی علاقہ کا گورنر یا کسی غیر ملک کا سفیر مقرر کیا جاتا تھا تو بادشاہ کی طرف سے اسے خلعت عطا ہوتی تھی جس میں سونے کے کڑے یا کنگن بھی شامل ہوتے تھے۔ اور اس کے ساتھ سپاہیوں، چوبداروں اور خادموں کا ایک دستہ بھی ہوتا تھا تاکہ اس کا دبدبہ قائم ہو اور اس بادشاہ کی شان و شوکت کا اظہار ہو جس کی طرف سے وہ مامور ہو کر آیا ہے۔ فرعون کا مطلب یہ تھا کہ اگر واقعی موسیٰ ؑ کو آسمان کے بادشاہ نے اپنی جانب سے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تو اسے خلعتِ شاہی ملا ہوتا اور فرشتوں کے پَرے کے پَرے اس کے ساتھ آئے ہوتے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک ملنگ ہاتھ میں لاٹھی لیے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (57 تا 65)

ترجمہ

وَلَمَّا ضُرِبَ	ابْنُ مَرْيَمَ	مَثَلًا	اِذَا قَوْمُكَ	مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿57﴾
اور جب بیان کیا جاتا ہے	بی بی مریم کے بیٹے کا	بطور مثال کے	تب ہی آپؐ کی قوم	اس سے شور مچاتی ہے

وَقَالُوْٓا	ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ	اَمْ هُوَ ؕ	مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ	اِلَّا جَدَلًا ؕ
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کیا ہمارے اِلٰہ بہتر ہیں	یا وہ (عیسیٰؑ)	وہ لوگ نہیں بیان کرتے اس (رسول) کو آپؐ سے	مگر مناظرہ کرنے کے لیے

بَلْ هُمْ قَوْمٌ	خَصِمُوْنَ ﴿58﴾	اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ	اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ
بلکہ یہ ولگ ایک ایسی قوم ہیں	جو جھگڑالو ہے	نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ	ہم نے انعام کیا جس پر

وَجَعَلْنٰهُ	مَثَلًا	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿59﴾	وَلَوْ نَشَآءُ	لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ
اور ہم نے بنایا اس کو	ایک مثال (نمونہ اپنی قدرت کا)	بنی اسرائیل کے لیے	اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ضرور بناتے تم میں سے

مَّلٰٓئِكَةً	فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿60﴾	وَاِنَّهٗ	لَعِلْمٌ	لِّلسَّاعَةِ
کچھ ایسے فرشتے جو	زمین میں جانشین ہوتے	اور (آپؐ کہیے) بیشک وہ (عیسیٰؑ)	یقیناً ایک علم (خبر) ہیں	اس گھڑی (قیامت) کے لیے

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا	وَاتَّبِعُوْنِ ؕ	هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿61﴾	وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ
تو تم لوگ ہرگز شک مت کرو اس میں	اور تم لوگ پیروی کرو میری	یہ ایک سیدھا راستہ ہے	اور ہرگز نہ روکے تم لوگوں کو

الشَّيْطٰنُ ۚ	اِنَّهٗ لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿62﴾	وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ
شیطان	بیشک وہ تمہارے لیے	ایک کھلا دشمن ہے	اور جب آئے عیسیٰؑ	واضح (نشانیوں) کے ساتھ

قَالَ	قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ	وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ	بَعْضَ الَّذِيْ
تو انہوں نے کہا	میں لایا ہوں تم لوگوں کے پاس حکمت	اور تاکہ میں واضح کروں تمہارے لیے	اس کے بعض کو

تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ ﴿63﴾	اِنَّ اللّٰهَ
تم لوگ اختلاف کرتے ہو جس میں	تو تقویٰ اختیار کرو اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	بیشک اللہ

هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ ؕ	هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿64﴾	فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ
وہی میرا رب ہے اور تم سب کا رب ہے	تو تم لوگ بندگی کرو اس کی	یہ ایک سیدھا راستہ ہے	پھر اختلاف کیا گروہوں نے

مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ	فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿65﴾
ان کے مابین سے	تو تباہی ہے ان کے لیے جنہوں نے	ظلم کیا	ایک دردناک دن کے عذاب سے

نوٹ: 1 ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے قریش کے لوگو! اللہ کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے ایک بندے اور اس کے نبی تھے۔ اسی طرح جب آیت۔ 21/98 نازل ہوئی کہ بلاشبہ اے مشرکو! تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ تو ایک کافر نے کہا کہ نصاریٰ

حضرت مسیحؑ کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیزؑ کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے۔ (اسی طرح مشرکین کا کہنا یہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ تو بہرحال ابنِ مریم ہیں جبکہ ہمارے معبود تو فرشتے ہیں۔ (تدبر قرآن) مشرکین کے اس طرح کے اعتراضات کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ ان سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جن کو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے یا حضورؐ نے جو فرمایا تھا کہ ان میں خیر نہیں، تو اس سے مراد وہ معبود تھے جو یا تو بے جان ہوں جیسے پتھر کے بت، یا جاندار ہوں مگر خود اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوں یا اسے پسند کرتے ہوں جیسے شیاطین، اور نمرود وغیرہ۔ حضرت عیسیٰؑ ان میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی تھی۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

حضرت عیسیٰؑ کا قیامت کے لیے ایک علم ہونے کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، اور مردوں کو زندہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔ چنانچہ آپ کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (66 تا 73)

ک و ب

(ن) كَوِبَا : بے دستہ کے کوزہ سے پینا۔

كُوبٌ : ج اَكْوَابٌ۔ بے دستے کا پیالہ۔ آبخورہ۔ جام۔ زیر مطالعہ آیت۔ 71

ترجمہ

بَغْتَةً	اَنْ تَاْتِيَهُمْ	اِلَّا السَّاعَةَ	هَلْ يَنْظُرُوْنَ
بے سان و گمان	کہ وہ پہنچے ان کے پاس	سوائے اس گھڑی (قیامت) کے	وہ لوگ کیا انتظار کرتے ہیں

عَدُوٌّ	بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ	يَوْمَئِذٍ	اَلْاَخِلَّآءُ	وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿66﴾
دشمن ہوگا	ان کا کوئی کسی کے لیے	اس دن	سارے جگری دوست!	اس حال میں کہ وہ لوگ شعور نہ رکھتے ہوں

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿68﴾	الْيَوْمَ	لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ	يٰعِبَادِ	اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿67﴾
اور نہ تم لوگ غمگین ہو گے	آج کے دن	کوئی خوف نہیں تم لوگوں پر	اے میرے بندو	سوائے پرہیزگاروں کے

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ	وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿69﴾	بِاٰيٰتِنَا	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تم لوگ داخل ہو اس جنت میں	اور وہ لوگ تھے فرمانبرداری کرنے والے	ہماری نشانیوں پر	جو لوگ ایمان لائے

مِّنْ ذَهَبٍ	بِصِحَافٍ	يُطَافُ عَلَيْهِمْ	تُحْبَرُوْنَ ﴿70﴾	اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
سونے میں سے	رکابیاں	گردش میں لائی جائیں گی ان پر	تمہاری آؤ بھگت کی جائے گی	تم اور (تمہارے ہم عقیدہ) تمہاری بیویاں

الْاَعْيُنُ	وَتَلَذُّ	الْاَنْفُسُ	تَشْتَهِيْهِ	وَفِيْهَا مَا	وَّاَكْوَابٍ
آنکھیں	اور مزے دار ہو جائیں گی (جس سے)	جانیں	خواہش کریں گی جس کی	اور اس میں وہ ہے	اور جام

وَاَنۡتُمۡ فِیۡهَا	خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۱﴾	وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡۤ	اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا
اور تم لوگ اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہو	اور یہ وہ جنت ہے	تمہیں وارث بنایا گیا جس کا

بِمَا	كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾	لَكُمۡ فِیۡهَا	فَاكِهَةٌ كَثِیۡرَةٌ	مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾
بسبب اس کے جو	تم لوگ عمل کرتے تھے	تمہارے لیے اس میں	بہت سارا پھل ہے	جس میں سے تم لوگ کھاؤ گے

نوٹ:1 آیت۔67۔ میں یہ بات کھول کر بتادی کہ یہ دوستانہ تعلقات جن پر انسان دنیا میں ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال وحرام ایک کرڈالتا ہے، قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ عداوت میں تبدیل ہوجائیں گے۔ اسی لیے دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو۔ جن دو مسلمانوں میں صرف اللہ کے لیے محبت ہوتی ہے، احادیث میں ان کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میدان حشر میں یہ لوگ عرش کے سائے تلے ہوں گے اور اللہ کے لیے محبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بناء پر تعلق ہو کہ دین کا سچا پیرو ہے۔ (معارف القرآن)

یہ مضمون قرآن مجید میں بار بار جگہ جگہ (مختلف پیرائے میں) بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اسی دنیا میں اچھی طرح سوچ لے کہ کن لوگوں کا ساتھ دینا اس کے لیے مفید ہے اور کن کا ساتھ تباہ کن ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:2 آیت۔70۔ میں ازواج کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بیویوں کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بھی جو کسی کے ہم مشرب، ہم جھولی اور ہم جماعت ہوں۔ یہ وسیع المعنی لفظ اسی لیے استعمال کیا گیا ہے تاکہ اس کے مفہوم میں دونوں داخل ہوجائیں۔ اہل ایمان کی مومن بیویاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی اور ان کے مومن دوست بھی جنت میں ان کے رفیق ہوں گے۔ (تفہیم القرآن)۔ اس آیت میں ازواج کے ترجمہ کے لیے ہم نے عقیدہ کا لفظ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اختیار کیا ہے کہ جن مومنوں کی بیویاں بھی اللہ کی نیک بندیاں ہوں گی، وہ تو جنت میں جائیں گی۔ لیکن جن مومنوں کی بیویوں کے لچھن اچھے نہیں ہوں گے وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جیسے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں، جن سے کہا جائے گا کہ تم دونوں داخل ہو آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ (التحریم۔۱۰)

آیت نمبر (74 تا 83)

ب ر م

(ن) بَرَمًا رسی کو بٹ کر مضبوط کرنا۔ کام پختہ کرنا۔ بات طے کرنا۔

(افعال) اِبۡرَامًا ثلاثی مجرد کا ہم معنی ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔79۔

مُبۡرِمٌ اسم الفاعل ہے۔ بات طے کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔79۔

ترجمہ

اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ	فِیۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ	خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾	لَا یُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ
بیشک مجرم لوگ	جہنم کے عذاب میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اس (عذاب) کو ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے

وَهُمۡ فِیۡهِ	مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾	وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ	وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ
اور وہ لوگ اس میں	شدید مایوس وغمگین ہونے والے ہیں	اور ہم نے ظلم نہیں کیا ان لوگوں پر	اور لیکن وہ لوگ ہی تھے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾	وَنَادَوْا	یٰمٰلِکُ	لِیَقْضِ عَلَیْنَا	رَبُّکَ ؕ	قَالَ
ظلم کرنے والے	اور وہ لوگ پکاریں گے	اے مالک	چاہیے کہ کام تمام کرے ہمارا	تیرا رب	وہ (فرشتہ مالک) کہے گا

اِنَّکُمْ	مّٰکِثُوْنَ ﴿۷۷﴾	لَقَدْ جِئْنٰکُمْ	بِالْحَقِّ	وَلٰکِنَّ اَکْثَرَکُمْ	لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ ﴿۷۸﴾
یقیناً تم لوگ	ٹھہرنے والے ہو	بیشک ہم لاچکے تمہارے پاس	حق کو	اور لیکن تم لوگوں کے اکثر	حق سے کراہیت کرنے والے ہو

اَمْ اَبْرَمُوْٓا	اَمْرًا	فَاِنَّا	مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ج	اَمْ یَحْسَبُوْنَ	اَنَّا لَا نَسْمَعُ
یا ان لوگوں نے عزم مصمم کیا	ایک معاملہ میں	تو یقیناً ہم (بھی)	مصمم عزم کرنے والے ہیں	یا یہ لوگ گمان کرتے ہیں	کہ ہم نہیں سنتے

سِرَّھُمْ	وَنَجْوٰھُمْ ؕ	بَلٰی	وَرُسُلُنَا	لَدَیْھِمْ	یَکْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾
ان کی خفیہ (بات) کو	اور ان کی کانا پھوسی کو	کیوں نہیں	اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)	ان کے نزدیک	لکھتے ہیں

قُلْ اِنْ کَانَ	لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ	فَاَنَا	اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾
آپؐ کہیے اگر ہوتی	رحمان کے لیے کوئی اولاد	تو میں	عبادت کرنے والوں کا پہلا ہوتا

سُبْحٰنَ	رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	رَبِّ الْعَرْشِ	عَمَّا	یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾
پاکیزگی ہے	زمین و آسمانوں کے پروردگار کی	جو عرش کا مالک ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں

فَذَرْھُمْ	یَخُوْضُوْا	وَیَلْعَبُوْا	حَتّٰی یُلٰقُوْا	یَوْمَھُمُ الَّذِیْ	یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾
تو آپ چھوڑیں ان کو	بے پرکی اڑاتے رہیں	اور کھیلتے رہیں	یہاں تک کہ وہ لوگ ملاقات کریں	اپنے اس دن سے جس کا	ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

نوٹ:1 مجرمین پر عذاب اس طرح مسلط ہوگا کہ اس سے نجات پانا تو درکنار، کبھی عارضی اور وقتی طور پر بھی، نہ تو وہ ٹالا جائے گا اور نہ ہی اس میں کوئی تخفیف ہوگی۔ آخری درجے میں یہ موہوم امید بھی کبھی سہارا بن جاتی ہے کہ شاید اس عذاب سے کبھی رہائی مل جائے یا کبھی اس میں کوئی تخفیف ہی ہو جائے لیکن ان بدبختوں کے لیے اس طرح کا کوئی موہوم سہارا بھی نہ ہوگا۔ اپنی ابدی مایوسی کی وجہ سے وہ دوزخ کے داروغہ سے کہیں گے کہ اے مالک! اگر ہمارے لیے کسی رحم کی گنجائش نہیں رہی تو اپنے رب سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ وہ ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ وہ جواب دے گا کہ تمہارا خاتمہ نہیں کیا جائے گا بلکہ تم نے اسی حال میں پڑے رہنا ہے۔ مایوس کے لیے آخری سہارا موت کا ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اس سہارے سے بھی محروم ہوں گے اور یہ ان کی سب سے بڑی محرومی ہوگی۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ:2 آیت۔79۔ میں قریش کو فیصلہ کن عذاب کی وارننگ دی ہے کہ اگر انہوں نے قرآن اور رسول کی تکذیب کا فیصلہ کر لیا ہے تو یاد رکھیں کہ اس کے بعد اپنی سنت کے مطابق ہم بھی ان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرلیں گے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (84 تا 89)

وَھُوَ الَّذِیْ	فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ	وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ ؕ	وَھُوَ الْحَکِیْمُ
اور وہ، وہ ہے جو	آسمان میں الٰہ ہے	اور زمین میں الٰہ ہے	اور وہ ہی حکمت والا ہے

الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾	وَتَبٰرَکَ الَّذِیْ لَهٗ	مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَیْنَھُمَا ۚ
علم والا ہے	اور بابرکت ہوا وہ جس کے لیے	زمین اور آسمانوں کی حکومت ہے	اور اس کی جو	ان دونوں کے درمیان ہے

وَعِنْدَهٗ	عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ	وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾	وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ
اور اسی کے پاس	اس گھڑی کا علم ہے	اور اس کی طرف ہی تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ	الشَّفَاعَةَ	اِلَّا مَنْ	شَهِدَ بِالْحَقِّ	وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
یہ لوگ پکارتے ہیں اس کے علاوہ	شفاعت کا	سوائے اس کے جس نے	گواہی دی حق کی	اس حال میں کہ وہ لوگ جانتے ہیں

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ خَلَقَهُمْ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ	فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾
اور بیشک اگر آپؐ پوچھیں ان سے	کس نے پیدا کیا ان کو	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے	پھر کہاں سے یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں

وَقِيْلِهٖ	يٰرَبِّ	اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ	قَوْمٌ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
قسم ہے انؐ کے قول کی کہ	اے میرے رب	بیشک یہ لوگ	ایک ایسی قوم ہیں جو	ایمان نہیں لاتے

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ	وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾
تو آپؐ درگزر کریں ان سے	اور کہیں (ان کو) سلام	پھر عنقریب یہ لوگ جان لیں گے

نوٹ:1 آیت۔86۔ میں اِلَّا مَنْ شَهِدَ میں استثناء منقطع ہے یعنی اس سفارش کا اختیار تو کسی کو بھی نہیں ہوگا، البتہ اللہ تعالیٰ جس کو اجازت دے گا وہ حق بات کی گواہی دے گا اور وہ گواہی اسی بات کی ہوگی جس کو گواہی دینے والے جانتے ہوں گے۔ قرآن میں جگہ جگہ اس بات کی تصریح ہے کہ خدا کے سامنے صرف وہ لوگ زبان کھولیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملے گی اور اسی کے لیے زبان کھولیں گے جس کے باب میں ان کو اجازت ملے گی۔ (تدبر قرآن)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الدخان (44)

آیت نمبر (1 تا 16)

حٰمٓ ﴿۱﴾	وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ	فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ	اِنَّا كُنَّا
-	قسم ہے اس واضح کرنے والی کتاب کی	بیشک ہم نے اتارا اس کو	ایک برکت دی ہوئی رات میں	بیشک ہم ہیں

مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾	فِيْهَا يُفْرَقُ	كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾	اَمْرًا	مِّنْ عِنْدِنَا ۭ
خبردار کرنے والے	اس (رات) میں جدا جدا کیے جاتے ہیں	تمام حکمت والے کام	حکم ہوتے ہوئے	ہمارے پاس سے

اِنَّا كُنَّا	مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾	رَحْمَةً	مِّنْ رَّبِّكَ ۭ	اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾
بیشک ہم ہیں	بھیجنے والے	رحمت ہوتے ہوئے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	بیشک وہ ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ	اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾	لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے	اور اس کا جو ان کے درمیان ہے	اگر تم لوگ یقین کرنے والے ہو	کوئی اِلٰہ نہیں ہے مگر وہ

یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ	رَبُّکُمۡ	وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾	بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ
وہ (ہی) زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے	(وہ ہی) تمہارا رب ہے	اور تمہارے اگلے آباء واجداد کا رب ہے	بلکہ وہ لوگ کسی شک میں

یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾	فَارۡتَقِبۡ	یَوۡمَ	تَاۡتِی السَّمَآءُ	بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۙ۱۰﴾	یَّغۡشَی النَّاسَ ؕ
کھیلتے ہیں	پس تو انتظار کر	اس دن کا (کہ)	لائے گا آسمان	ایک واضح دھواں	وہ چھائے گا لوگوں پر

ہٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾	رَبَّنَا	اکۡشِفۡ عَنَّا	الۡعَذَابَ	اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾
یہ ایک دردناک عذاب ہے	اے ہمارے رب	تو ہٹا دے ہم سے	اس عذاب کو	بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں

اَنّٰی لَہُمُ	الذِّکۡرٰی	وَ	قَدۡ جَآءَہُمۡ	رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۙ۱۳﴾
کہاں سے ہوگی ان کے لیے	بڑی نصیحت	اس حال میں کہ	آ چکے ان کے پاس	واضح کرنے والے رسولؐ

ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡہُ	وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ	مَّجۡنُوۡنٌ ﴿ۘ۱۴﴾	اِنَّا	کَاشِفُوا الۡعَذَابِ
پھر ان لوگوں نے روگردانی کی ان سے	اور انہوں نے کہا سکھایا ہوا ہے	دیوانہ ہے	بیشک ہم	اس عذاب کو ہٹانے والے ہیں

قَلِیۡلًا	اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿ۘ۱۵﴾	یَوۡمَ نَبۡطِشُ	الۡبَطۡشَۃَ الۡکُبۡرٰی	ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾
تھوڑا سا	بیشک تم لوگ دوبارہ (وہی) کرنے والے ہو	جس دن ہم پکڑیں گے	سب سے بڑی پکڑ	بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں

نوٹ:1

مبارک رات میں قرآن کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے پورا قرآن سماءِ دنیا پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا پھر 23۔ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر سال جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شب قدر میں لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر نازل کر دیا جاتا تھا۔ (معارف القرآن)۔

لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ سے مراد ظاہر ہے کہ لیلۃ القدر ہے۔ سورۂ قدر میں یہ تصریح موجود ہے کہ اسی رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا۔ یہ لیلۃ القدر لازماً رمضان شریف کی ہی کوئی رات ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ رمضان ہی کے مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔ (البقرہ۔185) رہا یہ سوال کہ یہ رمضان کی کون سی رات ہے تو روایات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی کوئی رات ہے۔ ان تصریحات سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے شعبان یا کسی اور مہینہ کی کوئی رات مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ:2

آیات۔10۔16۔ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے ہے کہ جب قریش کے لوگ اسلام قبول کرنے سے انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہی چلے گئے تو مکہ میں شدید قحط پڑا کہ لوگ ہڈیاں اور چمڑا تک کھا گئے۔ اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جو شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے بھوک کی شدت میں بس دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ آخر کار ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ اس مصیبت کو دور کر دے۔ یہی زمانہ تھا جب قریش کے لوگ کہنے لگے تھے کہ خدایا ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اسی واقعہ کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اور بڑی گرفت سے مراد وہ ضرب ہے جو جنگ بدر کے روز قریش کو لگائی گئی۔ متعدد اکابر مفسرین نے بھی عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

دوسری طرف ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام کی رائے ہے کہ ان آیات میں قیامت کے قریب زمانے کا ذکر ہے اور وہ دھواں جس کی خبر دی گئی ہے، اسی زمانے میں زمین پر چھائے گا۔ مزید تقویت اس تفسیر کو ان روایات سے ملتی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے دھویں کو علاماتِ قیامت میں شمار کیا ہے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ دھواں جب چھائے گا تو مومن پر اس کا اثر صرف زکام جیسا ہوگا اور کافر کی نس نس میں وہ بھر جائے گا۔

ان دونوں تفسیروں کا تعارض ان آیات پر غور کرنے سے بآسانی رفع ہوسکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مکہ میں سخت قحط رونما ہوا تھا جس سے کفار بہت کچھ ڈھیلے پڑ گئے تھے اور انہوں نے اسے رفع کرانے کے لیے حضورؐ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اس واقعہ کی طرف قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اشارے کیے گئے ہیں۔ پھر کفار کا یہ کہنا کہ ''پروردگار عذاب ٹال دے ہم ایمان لاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''ان کی غفلت کہاں دور ہوتی ہے جبکہ ان کے پاس رسول مبین آ گیا پھر بھی یہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔'' پھر یہ فرمانا کہ ''ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں تم لوگ پھر وہی کروگے۔'' یہ ساری باتیں اسی صورت میں راست آ سکتی ہیں جبکہ واقعہ حضورؐ ہی کے زمانے کا ہو۔ اس لیے اس حد تک تو ابن مسعودؓ کی تفسیر ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ حصہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ دھواں بھی اسی زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ اور اس کی شکل یہ تھی کہ بھوک کی شدت میں لوگ جب آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں دھواں نظر آتا تھا۔ یہ بات قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے بھی مطابقت نہیں رکھتی اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔ قرآن میں کہاں کہا گیا ہے کہ آسمان دھواں لیے ہوئے آ گیا اور لوگوں پر چھا گیا۔ وہاں تو کہا گیا ہے کہ اس دن کا انتظار کرو جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے آئے گا۔ بعد کی آیات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو اس ارشاد کا صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تم نہ رسول کے سمجھانے سے مانتے ہو نہ قحط کی تنبیہ سے ہی ہوش میں آتے ہو تو پھر انتظار کرو۔ پس جہاں تک دھویں کا تعلق ہے، اس کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ وہ قحط کے زمانے کی چیز نہیں ہے بلکہ علامات قیامت میں سے ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

جب علامتِ قیامت کے طور پر دھواں چھائے گا تو اس کی حقیقی شکل کیا ہوگی، یہ بات صرف اللہ جانتا ہے۔ لیکن ایک امکانی بات پھر بھی کہی جاسکتی ہے کہ قیامت کے قریب آسمان اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹنا شروع ہوجائے گا کیوں کہ ابتداءً وہ دھواں ہی تھا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے کہ ''پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف اس حال میں کہ وہ دھواں تھا۔'' (41/حم السجدۃ:11)